درس حدیث

محمد اظہر مدنی

تلاوت کرنے کی فضیلت

عن عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من قام بعشر آیات لم یکتب من الغافلین ومن قام بمأۃ آیۃ کتب من القانتین، ومن قام بألف آیۃ کتب من المقنطرین. (ابوداؤد)

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے روزانہ دس آیتوں کی تلاوت کی تو اس کا نام غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص روزانہ سو آیتوں کی تلاوت کرتا ہے تو اس کا نام فرمان برداروں میں لکھا جائے گا اور جس شخص نے روزانہ ایک آیات پڑھنے کا اہتمام کیا اس کا نام خزانہ پانے والوں میں لکھا جائے گا۔

قرآن کی تلاوت مسلمانوں کی عبادت کا حصہ اور قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی متعدد احادیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے لیکن موجودہ زمانہ میں اسمارٹ فون نے تلاوت کے رجحان کو کم کردیا ہے جن کو موبائل کے مختلف فنکشنوں اور سوشل میڈیا پر لایعنی مواد دیکھنے کی لت پڑگئی ہے وہ قرآن کی تلاوت سے کوسوں دور ہوگئے ہیں۔اس طرح وقت برباد ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نعمت کے غلط استعمال کے بھی مرتکب ہورہے ہیں جبکہ قرآن کی تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مستحق ہوجاتا ہے اتنی عظیم فضیلت کے باوجود ایک اہم دینی عبادت کو چھوڑ کر لوگ دوسرے لایعنی اور فضول کاموں میں اپنا وقت اور توانائی برباد کررہے ہیں اور گھنٹوں، گھنٹوں سوشل میڈیا سائٹوں پر زیادہ تر لوگ اپنا وقت ویڈیو دیکھنے میں ضائع کررہے ہیں۔جس کا صرف اور صرف نقصان ہی ہے۔

ایک روایت میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیقرأ فی المصحف

”جسے یہ پسند ہوئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک محبوب ہوجائے تو وہ مصحف کی تلاوت کرے۔“

قرآن کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے تلاوت کرنے والوں کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے اور جو نہ صرف تلاوت کرتے ہیں بلکہ تلاوت کا حق بھی ادا کرتے ہیں۔

فرمایا: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ بقرہ:۱۲۱)

یعنی ”جنہیں ہم نے کتاب دی اور وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کرے وہ نقصان والا ہے۔“

فتح القدیر میں ”وہ اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے“ کے کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں ”خوب توجہ اور غور سے پڑھتے ہیں۔ جنت کا ذکر آتا ہے تو جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم کا ذکر آتا ہے تو اس سے پناہ مانگتے ہیں۔قرآن میں بیان کردہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتے ہیں اور اللہ کے کلام میں ردوبدل نہیں کرتے۔قرآن میں جو کچھ بھی لکھا ہوا ہے لوگوں کو بتاتے ہیں اور اس کی کوئی بات چھپاتے نہیں۔اس کی محکم باتوں پر عمل کرتے، متشابہات پر ایمان رکھتے اور جو باتیں سمجھ میں نہیں آتیں انہیں علماء سے حل کرواتے ہیں۔قرآن کی ایک ایک بات کی اتباع کرتے ہیں۔

افسوس کہ تلاوت کی اتنی ساری فضیلت اور ایک آسان عبادت ہونے کے باوجود مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی قرآن کی تلاوت سے بے پرواہ ہوگئی ہے۔ اور غفلت کا یہ عالم ہے کہ مہینوں مہینوں قرآن کی تلاوت کی نوبت ہی نہیں آتی۔افسوسناک بات تو یہ ہے کہ مسلم اداروں کے افراد کا بھی تقریباً یہی حال ہوتا جارہا ہے گھنٹوں گھنٹوں، راتوں میں موبائل پر سوشل میڈیا پر پروگرام دیکھتے رہتے ہیں لیکن قرآن کی تلاوت کے لئے وقت نہیں نکال پاتے۔علماء وائمہ مساجد کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تلاوت کی فضیلت سے آگاہ کرتے رہیں تاکہ لوگوں کے اندر تلاوت کرنے کی خو پیدا ہو۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین وصلی اللہ علی النبی

☆☆☆

اصغر علی امام مہدی سلفی

کشمکش حق و باطل کوئی نئی بات نہیں

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی

جس طرح سے ''ہر فرعونے راموسیٰ'' کی سنت بطور مثل بیان کی جاتی ہے، اسی طرح یہ بات بھی یاد رہے کہ ہر نیک وصالح، خصوصا انبیاء و دعاۃ کرام کے ساتھ بھی کوئی نہ کوئی مجرم پیدا کیا جاتا رہا ہے۔ انبیاء کی آزمائشوں اور ان کے کارناموں کے شانہ بشانہ کچھ مجرمین بھی وسوسے ڈالنے، رخنہ اندازی کرنے اور ابتلاء و آزمائش سے دوچار کرنے کے لیے جنم لیتے رہے ہیں۔ اب جو بھی وارثین انبیاء ہوں گے ان کے پیچھے مجرمین لگادیئے جائیں گے۔ علوم انبیا کے وارثین حقیقت میں علماء ہیں۔ مگر اس علم پر عمل پوری انسانیت کا فرض ہے اور علم کے بعد اصل چیز عمل ہی ہے۔ عمل ہی سے زندگی بنتی ہے اور اسی پر جنت وجہنم کا دارومدار ہے۔ علم فرض اسی لیے ہے کہ اس کے ذریعہ سے عمل جو بیحد ضروری ہے، درست ہوجائے۔ کیوں کہ بلا علم کے عمل اندھے کی لاٹھی سے بھی زیادہ خطرناک اور بدعملی و بے عملی سے بھی زیادہ ضرررساں ہے، جسے بڑی آسانی سے تھوڑی سی بھی عقل وفہم رکھنے والا انسان جانتا ہے۔ جس کے پاس طب کا علم ہے ہی نہیں تو کتنا ہی بدھو اور احمق انسان ہو، وہ اس کے پاس بغرض علاج جاتا ہی نہیں ہے۔ اس لیے یہ مسلمات میں سے ہے کہ جہاں جہاں بھی اور جس شخص کے پاس علم نبوت ہوگا اور جو اس پر عامل اور اس کا دعویدار ہوگا اس کے ساتھ بھی مجرمین، ظالمین، شیاطین اور گنہگاروں کا ٹولہ لگا رہے گا اور اس کو اس حکم الٰہی، راہِ سنت نبوی اور شاہراہ حق سے ہٹانے، بھٹکانے اور ستانے کے لیے نت نئی ترکیبیں نکالتا رہے گا۔ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: '' وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا '' (الانعام:۱۱۲) ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے۔ کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔''

'' وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مولانا شہاب الدین مدنی، ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی، مولانا طہ سعید خالد مدنی، مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ	۶
نومولود کے کان میں اذان	۹
اسلام میں عورت کے حقوق	۱۲
فتنوں سے کیسے بچیں؟	۱۶
ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری رحمہ اللہ-ایک تعارف	۲۲
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹
اپیل	۳۰
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے	۳۱
۳۵ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ۲۰۲۴ء (اشتہار)	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

فِيهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْن ‘‘ (الانعام:۱۲۳) ’’اوراسی طرح ہم نے ہربستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تا کہ وہ لوگ وہاں فریب کریں اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کررہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔‘‘

’’اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْم ‘‘(البقرة:۲۶۸)’’شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔‘‘

کسی نے خوب کہا کہ بلا کشمکش، بلا مقابلہ ومسابقہ، بلا مقاومہ اور بلا حرب و ضرب کے فتح مبین کا یکطرفہ جھنڈا اگاڑ دینا اور بازی مار لے جانا، بیٹھے بیٹھائے کامیابی حاصل کر لینا اور بلا خون پسینہ بہائے میدان جیت لینا ممکن تو ہے مگر اس میں اولوالعزمی، جواں مردی اور آگے بڑھنے اور باعزت وسرخرو زندگی گذارنے کا حوصلہ وجذبہ بھی ہونا چاہئے۔

ومن طلب العلی من غیر کد
اضاع العمر فی طلب المعالی

’’بغیر جدوجہد کیے بلندیوں کو حاصل کرنا ممکنات کی تلاش میں عمر ضائع کردینا ہے‘‘۔

کدوکاوش صرف محنت شاقہ، عمل کثیر ومشکل اور انتھک جدوجہد سے عبارت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اسباب کی فراہمی اور اس راہ کی رکاوٹوں اور مشکلات کو برداشت کرنا اور جھیلنا بھی ہے۔لیکن جو سب سے بڑی رکاوٹ، پریشانی اور جرم کی وجہ ہے وہ انسان کا اپنا نفس ہے۔

یہاں دو باتیں کئی ناحیہ سے جاننی ضروری ہیں۔ایک تو یہ کہ جب بھی دنیا ظلم وزیادتی سے بھر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم وزیادتی کے خاتمے کے لئے انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرماتا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ مثل سے واضح ہے کہ ’’ہر فرعونے راموسیٰ‘‘: اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ‘ (الفرقان:۳۱) ’’اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گنہگاروں کو بنادیا ہے۔اور تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا مدد کرنے والا کافی ہے۔‘‘

جب ظلم حد سے بڑھتا ہے موسی کوئی پیدا ہوتا ہے

اکثر اقوام عالم کے لئے ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔سرداران قوم نوح کی حالت اور رویہ کچھ اسی طرح کا تھا۔نوح علیہ السلام کی قوم کی سرکشی جب حد سے تجاوز کرگئی ،ان کے شرک وبت پرستی اور ظلم وزیادتی کی جب حد ہوگئی اور اس پر مستزاد یہ کہ ان کی بھلائی ورہنمائی جو ہمدردانہ ،مخلصانہ اور والہانہ تھی اور جو جہد مسلسل اور عمل پیہم نوح علیہ الصلوۃ والتسلیم نے صرف کیا،اس کا جواب جب قوم نے استہزاء سے دیا تو قوم اور اس کے سردار برسر ملأ غارت وغرق کردیے گئے، قوم ثمود کی بستیوں کا اجڑنا، مؤتفکات کی بستیوں کا الٹ پلٹ جانا اور بادصرصر کے جھونکوں اور طوفانوں سے قوم عاد کا کٹی پٹی کھجوروں کی طرح پڑا رہنا جیسے بے شمار واقعات ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جب قوم کی اخلاقی ،ایمانی اور سماجی زندگی بگڑ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کسی نبی کو اتمام حجت اور رشد وہدایت کے لئے بھیجتے ہیں۔مگر قوم اپنی ہٹ دھرمی اور ظلم وطغیان سے باز نہیں آتی اور انبیا وصلحا اور دعاۃ کی نہیں سنتی تو وہ اس کی پاداش میں تباہ وبرباد کردی جاتی ہے۔اس میں انبیا کی آزمائش اور ان کے صبر واستقامت اور مشکل ترین حالات وظروف سے گزرنے کا پہلو بھی پنہاں ہے اور یہ کہ قوم کی اصلاح کا کام سب سے مشکل کام ہے جس میں صبر واستقلال، ہمت وجواں مردی، حوصلہ مندی، شجاعت اور حکمت وحلم کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اور والعاقبة للمتقین کے تحت انجام کاران کے حق میں ہوتا ہے۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ ابتدا ہی سے انبیاء وصلحاء اور دعاۃ ومصلحین کو قدم قدم پر مزاحمتوں، سخت الجھنوں، مشکلات اور کٹھنائیوں کا سامنا ہوتا ہے۔فقط ایک موسیٰ علیہ السلام کو مار دینے کے لئے فرعون نے اسرائیل کے کتنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کردیا۔حضرت موسیٰ کی پیدائش کے اول دن سے کن کن جانگسل اور دل گردے کا کام ان کی والدہ اور اہل خانہ کو کرنا پڑا اور نومولود کو کن حالات میں دریا برد کیا گیا۔ یہ سب بھی ظالموں کے ظلم کی چکی میں پستے ہوئے پروان چڑھنے کے معجزات ہیں جو تسع آیات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔نبوت سے قبل ان محیر العقول اور بہت متعذر اور ناممکن کاموں کا صدور کرامت کا درجہ رکھتا ہے اور نبوت کے بعد معجزات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔گویا سایہ ظلم وعدوان اور عالم خوف وہراس میں جنین کی والدہ رہیں اور پیدا ہوتے ہی ان کو اندوہناک اور ناقابل یقین حالات اور سچویشن سے دوچار ہونا پڑا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بھی انسان کسی اچھے کام کی پلاننگ کرکے میدان میں اترتا ہے، خصوصاً وہ کام جو انبیا اور اللہ والوں کا ہے تو اس میں اسے اول لمحہ سے آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔یعنی وہاں فرعون کے لئے موسیٰ پیدا ہوتے ہیں۔اور یہاں پر ولی اور نبی مصلح کے ساتھ مجرم شیطان لگا رہتا ہے۔

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو واضح کر کے سمجھایا ہے۔ دراصل دنیا میں جتنے اچھے کام کرنے والے ہوں اور جو جتنا زیادہ انبیائی مشن سے قریب ہوگا، لوگوں کو اللہ جل شانہ کی طرف بلانے میں یا عام انسانیت کے کام آنے میں اسی قدر اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے بھی ملیں گے۔ شیاطین الانس والجن دونوں میں سے یا کسی ایک میں سے، خناس کا وسواس اس پر مستزاد ہے، جس کی خون کی رگوں سے لے کر صدور تک رسائی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ خصوصا انسان ہر اچھے کام مثلا: دعوت وتبلیغ، نظم جماعت، کار جمعیت، مدارس ومساجد کے کاز وغیرہ کو شروع کرنے کے لیے شیطان اور مجرمین کی طرف سے بے پرواہ اور مامون ہو کر میدان میں اتر جاتا ہے، اس خیال سے کہ یہ تو نیک کام ہے، نیک لوگوں کا اجتماع ہے، نیک لوگوں کی مجلس ہے، صلحا کی جمعیت وانجمن ہے اور قال اللہ اور قال الرسول اور ذکر الہی کا مقام ہے، یہاں شیطان لعین اور شاطر مجرمین کا کیسے گزر ہوسکتا ہے؟ حالانکہ شہر وملک کے سارے شیاطین اپنے تمام تر وساوس وخواطر، تدابیر، کارندوں اور لاؤ لشکر کے ساتھ اسی نیک اور پاک جگہ پر حملہ آور ہوتے ہیں اور یہی وہ جگہ ہے جہاں انسان کو شیاطین انس وجن اور ان کے وسواس خناس سے اللہ تعالی کی پناہ مانگنی چاہیے اور سب سے زیادہ ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ''فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ''(النحل:۹۸)''قرآن پڑھتے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو'' میں دیگر اسرار ورموز اور فوائد کے علاوہ یہ فائدہ عظیمہ، نسخہ کیمیا، کسی بھی حملے اور مصیبت سے بچاؤ کی پیش بندی اور تمام مجرمین، شیاطین، منافقین، حاسدین، نادانوں کے ٹولہ، حدثاء الاسنان اور سفہاء الاحلام سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اور اس میں بھی سرفہرست اپنا نفس امارہ ہے۔

یہاں مجرمین کی بات ہے کہ ہر نبی، ہر نیکوکار، ہر داعی اور مصلح کے درپہ آزار کوئی نہ کوئی ہوتا ہے اور اس کے خلاف کوئی نہ کوئی مجرم کھڑا ہوجاتا ہے۔ مگر یہ بات مدنظر رہے کہ مجرمین کی اس فہرست میں سرفہرست انسان کا اپنا نفس بھی ہے۔ بلکہ تمام مجرمین میں یہ سب سے خطرناک ہے۔ مقاومت ومقابلہ کی طاقت بھی اس وقت ختم ہوجاتی ہے جب انسان کا اپنا نفس خود مجرم بن جائے۔ جرم کا ارتکاب اگر خود انسان کا اپنا نفس کرنے لگے تو سارے دشمنوں کی ہمت بڑھ جاتی ہے، ان کے داؤں کارگر ہونے لگتے ہیں، ان کے ضربات کاری ہونے لگتے ہیں اور وہ ''خود کردہ را علاجے نیست'' کے مصداق ٹھہرتا ہے۔

آج ہم کو اپنی ذاتی زندگی میں، جماعتی زندگی میں، ملی زندگی میں اور ملکی معاملات وحالات میں، غرضیکہ ہر جگہ مختلف ومتعدد قسم کے مجرمین کا سامنا ہے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دوسروں کو مجرم ٹھہرا کر، دوسروں کو الزام دھر کر، سارے الزامات دوسروں کے سر منڈھ کر اور اپنی ساری کوتاہیوں، کمزوریوں، اپنے جرائم اور کرائم کا دانستہ، نادانستہ، یا احمقانہ، شیخ چلی اور ابلہ ونادان کی طرح دوسروں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، اور یہی ہماری اپنی تمام تر ناکامیوں کی بنیاد ہے۔ ہم ذاتی طور پر کتنی ہی کوتاہیوں، حسد وکینہ، کسلمندیوں اور اخلاقی، ایمانی اور معاشرتی بیماریوں اور جرائم کے مرتکب ہیں، ان کا ذرہ بھر خیال نہیں۔ ہماری سستی وکاہلی سے پورے ملک وملت کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے؟ اس کا اندازہ نہیں۔ اس پر غور کریں ایمان داری اور ہوشیاری سے تو پتہ چلے گا، بلکہ یقین ہوگا کہ ہماری ناکامی اور مظلومیت کی وجہ ہم خود ہیں۔

نفاق، شقاق، اختلاف، نزاع اور تفرقہ سب میں ہم طاق ہیں۔ آپسی رسہ کشی، دشمنی وعداوت اور ہر طرح کی بے راہ روی اور کمی ہمارے اندر ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے رحمت الٰہی تو یونہی روٹھ جاتی ہے اوپر سے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ ہم نے ہر آدمی، جماعت اور گروہ کے ساتھ مجرمین کو بھی چھوٹ دے رکھی ہے۔ بتایئے! کیا حال ہونا چاہیے ہمارا۔

ان حالات میں کیا خود ہم باقی رہنے کے حقدار ہیں؟ خلافت، امامت اور سیادت تو بڑی بات ہے، ہم باوجود تلاش وجستجو بسیار اور بھیک مانگنے کے ان سے اپنی بقا کی بھیک مانگ رہے ہیں، جن کی خاطر ہم کو برپا کیا گیا تھا اور جن کے نفع ونقصان اور فائدے کے لئے ہم کو وجود بخشا گیا تھا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران:۱۱۰)''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔'' کا فریضہ اور وصف غائب ہے۔ اب امت اپنی خیر منائے۔ جب وہ خیریت سے خود نہیں رہ سکتی تو وہ دوسروں کی خیر خیریت کیا معلوم کرسکے گی؟ اس لیے ضروری ہے کہ یہ امت خیر امت بننے کے لیے اللہ تعالی کی خاطر ایمانداری کے ساتھ اقوام عالم کے نفع ونقصان کے پیش نظر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے، پھر یہ خیر امت کے خطاب کی سزاوار ہو اور صبر واستقامت اور ذکر وتلاوت کے ساتھ اعداء کے مکر وحیل اور حملہ ویلغار کے مقابلے کے لیے عزم وثبات اور اللہ تعالی کی ہدایت ونصرت آتی رہے گی۔ ''وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ''(الفرقان :۳۱)''اور تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا مدد کرنے والا کافی ہے۔'' ☆☆

ڈاکٹر عبداللطیف بن عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ

کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ

ترجمہ: آصف تنویر تیمی

اصل دین جس کو انسان لازم پکڑے تو کفر اور ہمیشگی کی جہنم سے نجات پا جائے یہ صرف شہادتین کے لسانی اور دلی اقرار واعتراف سے ممکن ہے۔اللہ کی وحدانیت سے مراد توحید کا اقرار اور شرک سے براءت کا اظہار ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ دین میں داخل ہونے کے لئے کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔ ہدایت گمراہی سے الگ اور نمایاں ہوچکی ہے، پس جو کوئی طاغوت کا انکار کردے گا، اور اللہ پر ایمان لے آئے گا، اس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا، جو کبھی نہیں ٹوٹے گا، اور اللہ بڑا ہی سننے والا اور جاننے والا ہے﴾ (البقرۃ:۲۵۶)

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کا مطلب اجمالی طور پر ان تمام چیزوں کا اقرار کرنا ہے جنہیں آپ کو اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے تصدیق اور اطاعت گزاری کے ساتھ۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے، اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اتاری تھی اپنے ایمان میں قوت وثبات پیدا کرو، اور جو شخص اللہ، اور اس کے فرشتوں، اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں، اور یوم آخرت کا انکار کردے گا، وہ گمراہی میں بہت دور چلا جائے گا﴾۔(النساء:۱۳۶)

یہی توحید اول، آخر، ظاہر، باطن دین ہے۔یہی رسولوں کی دعوت کا نقطہ آغاز اور نقطہ اختتام ہے۔اور یہی ''لا الہ الا اللہ'' کا معنی ہے۔بے شک ''الہ'' اس ذات کو کہتے ہیں جس کی محبت کے ساتھ عبادت کی جائے، اس سے ڈرا جائے، اس کی تعظیم کی جائے، اس کی تابعداری کی جائے، اور ہر قسم کی عبادت اسی کے لئے بجالائی جائے۔اسی توحید کی خاطر اللہ نے مخلوقات کو وجود بخشا، رسولوں کو بھیجا، کتابیں نازل فرمائیں، اسی کی وجہ سے مومن اور کافر کی تفریق ہوئی، اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ﴾۔(البقرۃ:۲۱) اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس بھیجا، تو انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تو کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو﴾۔(المؤمنون:۲۳) یہی توحید، مکلف پر سب سے پہلا اور آخری واجب ہے۔اسی کی بنیاد پر آدمی اسلام میں داخل ہوتا اور اسی کے انکار سے اسلام سے نکلتا ہے۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔(مسند احمد:۲۲۵۳۴، ابوداود:۳۱۱۶)

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو کہا: ''تم انہیں اس کلمہ کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالی نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالی نے ان کے مال پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا''۔(صحیح بخاری:۱۳۹۵، صحیح مسلم:۱۹)

محمود بن ربیع نے سیدنا عتبان بن مالک سے حدیث سنائی۔(محمود نے) کہا کہ میں مدینہ آیا تو عتبان سے ملا اور میں نے کہا: ایک حدیث مجھے آپ کے حوالے سے پہنچی ہے۔عتبان نے کہا: میری آنکھوں کو کوئی بیماری لاحق ہوگئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اے اللہ کے رسول! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسی (جگہ) کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں میں سے جن کو اللہ نے چاہا، تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں داخل ہوئے، آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے ساتھی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔انہوں نے زیادہ اور بڑی بڑی باتیں مالک بن دخشم کے ساتھ جوڑ دیں، وہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حق میں بددعا فرمائیں اور وہ ہلاک ہوجائے اور ان کی خواہش تھی کہ اس پر کوئی آفت آئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور پوچھا: ''کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟'' صحابہ کرام نے جواب دیا: وہ (زبان سے) یہ کہتا ہے لیکن اس کے دل میں یہ نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی ایسا شخص نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو پھر وہ آگ سے اپنی خوراک بنالے''۔(صحیح مسلم:۳۳)

حضرت معاذ بن جبل نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے سوا اور کوئی چیز حائل نہیں تھی اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا معاذ! میں بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوں، آپ کی اطاعت اور فرمابرداری کے لیے تیار ہوں۔پھر آپ نے تھوڑی دیر تک چلتے رہے۔اس کے بعد فرمایا یا معاذ! میں بولا، یا رسول اللہ! حاضر ہوں آپ کی اطاعت کے لیے

تیار ہوں۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا، یا معاذ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، یا رسول اللہ! آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم ہے اللہ کے اپنے بندوں پر کیا حق ہیں؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حق یہ ہیں کہ بندے خاص اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں پھر آپ تھوڑی دیر چلتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا معاذ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ جب کہ وہ یہ کام کر لیں۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا کہ پھر بندوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ کرے۔(صحیح بخاری: ۷/۵۹۶، صحیح مسلم: ۳۰)

بربہاری رحمہ اللہ نے کہا: ''جان لو! پہلا اسلام: اس بات کی گواہی دینی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔(شرح السنة: ص۸۹) امام آجری رحمہ اللہ حدیث '' أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا: لا اله الا الله، وأني رسول الله'' کے ضمن میں شہادتین سے متعلق رقمطراز ہیں: ''زبان سے (شہادتین) کی ادائیگی بالکل ہی واجب ہے''۔(الشریعہ: ۲/۶۱۳)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا: ''کوئی شخص صرف اپنی نیت کی بدولت مسلمان نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ ایمان اور اسلام کی گواہی زبان سے نہ دے۔ نیز اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق نہ کرے۔ ویسے ہی جیسے کوئی شخص حق کی گواہی کے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کسی کی طہارت اور نماز اس وقت تک درست نہیں ہوسکتی جب تک وہ توحید کی گواہی زبان سے نہ دے۔ اسلام اور ایمان سے متعلق دل اور زبان کی مطابقت لازم ہے''۔(الکافی فی فقہ أہل المدینہ: ۱/۱۵۳)

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا: ''اہل سنت کا موقف: شہادتین کی معرفت زبان و دل سے لازم ہے، ایک جزء کسی کے لئے کفایت نہیں کرسکتا، نہ ایک کے ذریعہ جہنم سے بچ سکتا ہے، الا کہ کوئی شخص زبان کی مشکلات کی وجہ سے زبان سے شہادتین کی ادائیگی سے قاصر ہو''۔(اکمال المعلم: ۱/۲۵۳)

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا دوسری روایت میں '' أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا اله الا الله، ويؤمنوا بي وبما جئت به '' اس میں بیان ہے ان مختصر روایتوں کا جن میں صرف ''لا الہ الا اللہ'' مذکور ہے۔ اس میں متقدمین ومتاخرین علماء ومحققین کے مذہب کی بھی صراحت ہے کہ انسان اگر دین اسلام کا پختہ عقیدہ رکھے تو وہ اس کے لئے کافی ہے، اس کا شمار مومن موحدین میں ہوگا، اس کے لئے متکلمین کے ان دلائل کا جاننا ضروری نہیں ہے جن کے جاننے کو وہ اللہ کی معرفت کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ برخلاف معتزلہ اور متکلمین کے جو موحد ہونے کے لئے متکلمین کے دلائل کی معرفت کو واجب قرار دیتے ہیں، جب کہ متکلمین کی یہ بات سراسر غلط ہے۔ کلمہ توحید سے مراد تصدیق جازم (پختہ تصدیق) ہے اور وہ حاصل ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کی تصدیق کو کافی قرار دیا ہے جس کو دے کر وہ بھیجے گئے، دلیل کی معرفت کی شرط آپ نے نہیں لگائی ہے، تصدیق جازم کے کافی ہونے سے متعلق صحیحین میں متعدد احادیث ہیں، جن سب سے اس بذریعہ تواتر اس کے اصل اور ایک طرح سے قطعی علم ہوجاتا ہے کہ موحد اور مسلمان ہونے کے لئے دلیل کی معرفت کی شرط غیر ضروری ہے''۔(شرح مسلم: ۱/۲۱۰)

ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ نے کہا: ''لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی، اس میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ واجبات میں سے اول واجب ایمان ہے قبل اس کے کہ اس کلمہ پر غور وفکر اور دلائل کو پرکھا جائے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ایمان کا تذکرہ کیا تو اس کے بعد کسی طرح کے فکر ونظر یا استدلال کا تذکرہ نہیں کیا''۔(بہجۃ النفوس: ۱/۹۸)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: ''عبادت ہی کی مقصد کی خاطر اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو پیدا کیا، عبادت میں حکم الٰہی، اس کی محبت اور اس کی رضا سب شامل ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں﴾ (الذاریات: ۲۳) عبادت ہی کی خاطر رسولوں کو بھیجا گیا، کتابیں نازل کی گئیں۔ عبادت ایسے عمل کا نام ہے جس میں کمال محبت اور اس کی انتہاء، کمال عاجزی اور اس کی انتہاء اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ محبت جو عاجزی سے خالی ہو یا عاجزی جو محبت سے خالی ہو وہ عبادت نہیں ہوسکتی۔ جب تک کمال محبت اور کمال عاجزی اکٹھی نہ ہو اس وقت تک عبادت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے کسی غیر کے لئے عبادت مناسب نہیں ہے اگر چہ اس کا فائدہ بندے کو بھی پہنچتا ہے- اور اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے- محبت اور رضامندی دونوں لحاظ سے عبادت اللہ کے لئے لائق ہے۔ اسی وجہ سے اللہ اپنے بندے کے توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جسے چٹیل میدان میں اس کی گم شدہ سواری مل گئی ہو، جس پر اس مسافر کا کھانا پینا بھی رہا ہو، حالانکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہو، لیکن جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اپنے سامنے اپنی سواری کو پاتا ہے۔ اللہ تعالی اپنے بندے کے توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جتنی خوشی اس مسافر کو اپنی سواری کے ملنے سے ہوسکتی ہے''۔ (مجموع الفتاوی: ۱۰/۱۹)

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو کہا: ''تم انہیں اس کلمہ کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالی نے ان پر

روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالی نے ان کے مال پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جوان کے مالدار لوگوں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا''۔(صحیح بخاری:۱۳۹۵،صحیح مسلم:۱۹)

خطابی رحمہ اللہ نے کہا:''اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے واجبات مرتب ہیں،کلمہ توحید کو سب سے مقدم رکھا گیا ہے،اس کے بعد بقیہ واجبات فرائض صلاۃ وقت کی پابندی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے''۔(أعلام الحدیث شرح صحیح البخاری:۱/۷۲۶)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ایمان لایا، اس کا ایمان اس امر کو شامل ہے کہ وہ آپ کی خبروں کی تصدیق کرے،آپ کے اوامر کی بجا آوری کرے،اگر چہ وہ اخبار اور اعمال کی تفصیلی معلومات ومقاصد سے مطلع نہ ہو،تفصیلی معلومات کے بعد چاہیے تو تصدیق اور اطاعت گزاری کر کے مومن باعمل ہو جائے یا مخالفت کر کے منافق یا گنہگار فاسق یا کچھ اور ہو جائے''۔(مجموع الفتاوی:۲۶/۲۷)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''عام لوگ اگر کفر کے بعد اسلام لائیں، یا مسلم گھرانے میں پیدا ہوں،شریعت پر جمے رہیں،اور اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزار رہیں،تو ایسے لوگ مسلمان ہیں اور ان کے پاس مجمل ایمان ہیں،اگر وہ اللہ کی اطاعت کرتے رہے تو دھیرے دھیرے ایمان کی حقیقت ان کے دل میں سرایت کر جائے گی''۔ (الایمان:ص۲۱۳)

بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے کہا: ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے کہا:''جب معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسے لوگوں کی طرف بھیجا گیا جو الوہیت اور نبوت کا اقرار کرتے تھے اور وہ اہل کتاب تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (معاذ) حکم دیا کہ سب سے پہلے انہیں (اہل یمن کو) توحید الوہیت ،محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقرار کی دعوت دیں،اگر چہ وہ لوگ الوہیت کا اعتراف کرتے تھے مگر اللہ کے ساتھ غیر کو بھی اس عبادت میں شریک کرتے تھے،نصاری مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ٹھہراتے تھے،اور یہود کا دعوی تھا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہیں۔(اللہ تعالی اس طرح کے دعوے سے پاک وصاف ہے) یہودیوں کا یہ بھی ماننا تھا کہ رسول اللہ دراصل اللہ کے بھیجے ہوئے حقیقی رسول نہیں ہیں۔یا یہودیوں کے رسول نہیں ہیں۔اس طرح کی دیگر ضلالت پر مبنی ان کی باتیں تھیں۔ان وجوہات کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کی پہلی ذمہ داری لگائی کہ وہ اہل یمن کو توحید الوہیت کی دعوت دیں۔(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری:۸/۲۳۵)

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کہا:''التوحید أول واجب'' توحید پہلا واجب ہے۔ بندے پر پہلا واجب:اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں،اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔برخلاف متکلمین میں سے معتزلہ اور اشاعرہ کے جو کہتے ہیں کہ اللہ کے وجود سے متعلق سب سے پہلا واجب عقلی دلائل پر غور وفکر کرنا ہے''۔(کتاب التوحید:ص۲۱)

☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلی تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات و کاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبہ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ '' جریدہ ترجمان'' (اُردو) ، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کر لیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

نومولود کے کان میں اذان

مسلم معاشرہ میں نومولود بچہ کی ولادت کے دن دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے پر عمل زمانۂ قدیم سے پایا جاتا ہے، امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ء) نے بھی اپنی جامع میں اس پر لوگوں کے عمل کا ذکر کیا ہے۔ ہمارے یہاں بھی اس پر بتواتر عمل چلا آرہا ہے، لیکن اس عمل یا تعامل اور اس کی مشروعیت کی حدیث وسنت سے دلیل کیا ہے، اور اس کی حیثیت کیا ہے، اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے جو حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں، زیر نظر مضمون میں ان پر بحث اور ان کا درجہ اور ان کا حکم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو درحقیقت امام البانی رحمہ اللہ کی کتابوں ارواء الغلیل (۴)، اور ''سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (۱۳۱) سے مستفاد ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں تین حدیثوں کا ذکر کیا ہے اور ان پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک پہلی حدیث بھی بہرحال ضعیف ہے، اور باقی حدیثیں موضوع ہیں۔

پہلی حدیث: مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

رأیت رسول الله صلی الله علیهو سلم أذن فی أذن الحسن حین ولدته فاطمة بالصلوة

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں جس دن حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے یہاں ان کی ولادت ہوئی، اذان دی، نماز والی اذان۔

(مسند احمد (۶/ ۹، ۳۹۱، ۳۹۲) ابوداؤد (۵۱۰۵) ترمذی (تحفہ ۱۵۵۳) حاکم (۳/ ۱۷۹) بیہقی (۹/ ۳۰۵) معجم کبیر طبرانی (۱/ ۱۲۱/ ۲) (الارواء: ۴/ ۴۰۰، ۴۰۱)

ان کتابوں میں یہ حدیث بہ طریق سفیان عن عاصم بن عبیداللہ بن ابی رافع عن ربیعہ (ابی رافع) مروی ہے، امام ترمذیؒ نے روایت کے بعد کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن یہ امام ترمذی وامام حاکم کا تساہل ہے۔ اور ان دونوں کا تصحیح وتحسین کے سلسلہ میں تساہل معلوم ومعروف ہے۔ یہ حدیث از روئے تحقیق نہ صحیح ہے، نہ حسن ہے، بلکہ ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک راوی عاصم بن عبیداللہ ہیں اور وہ بالاتفاق ضعیف ہیں، حافظ ذہبی نے امام حاکم کے قول ''صحیح الاسناد'' پر تلخیص المستدرک میں تعاقب کرتے ہوئے کہا: عاصم ضعیف۔ نیز انھوں نے عاصم کا ذکر اپنی کتاب ''الضعفاء والمتروکین'' میں کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے ''تقریب'' میں کہا: ضعیف۔ اور حافظ ابن حجرؒ کے ''تقریب'' میں کسی راوی کے بارے میں یہ حکم لگانے کا مطلب جیسا کہ خود انھوں نے تقریب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے یہ ہے کہ اس کی کوئی معتبر اور قابل اعتماد توثیق نہیں پائی جاتی وہ بہرحال ضعیف ہے۔ ذیل میں ''تہذیب التہذیب'' سے عاصم بن عبیداللہ کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل محدثین کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں جن سے اس روای کے ضعیف ہونے، اور اس کے درجۂ ضعف کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

قال احمد: عاصم لیس بذاك، وكان ابن عیینه یقول: كان الاشیاخ یتقون عن عاصم وقال الجوزجانی: غمزابن عیینه فی حفظه .وقال علی بن المدینی: عبدالرحمن (بن مهدی) ینكر حدیثه اشدالانكار.وقال ابن خزیمه:لست احتج به لسوء حفظه وقال ابن حبان: كان سئ الحفظ، كثیرالوهم، فاحش الخطاء، فترك من اجل كثرة خطاه وقال البخاری: منكرالحدیث. وقال ابوحاتم: منكرالحدیث، مضطرب الحدیث، لیس له حدیث یعتمدعلیه. وقال ابن نمیر: منكرالحدیث فی اصله، مضطرب الحدیث، وقال ابن سعد: كان كثیرالحدیث، لایحتج به .وقال یعقوب بن شیبه: قدحمل الناس عنه، وفی احادیثه ضعف، وله احادیث مناكیر.وقال ابن معین وابن خراش وغیرواحد: عاصم ضعیف .وقال الآجری: قلت لابی داؤد قال ابن معین: عاصم وابن عقیل لایحتج بحدیثهما، قال صدق، وقال ابوداؤد: لایكتب حدیثه وقال ابن عدی: قدروی عنه ثقات الناس واحتملوه ، وهو مع ضعفه یكتب حدیثه. وقال العجلی. لاباس به.

گویا تمام ائمہ نقد محدثین نے عاصم بن عبیداللہ کی تجریح وتضعیف ہی کی ہے، سوائے امام عجلیؒ کے کہ انھوں نے ان کی معمولی توثیق کی ہے اور انھیں ''لا باس به'' کہا ہے، لیکن امام عجلی توثیق رجال میں متساہل ہیں، اس لئے ان کی یہ توثیق ان تمام جرحوں کے برخلاف معتبر اور قابل اعتماد نہیں، حافظ ابن حجر نے ''تقریب'' میں ان کے بارے میں ''ضعیف'' کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے، یعنی لم یوجدفیه توثیق لمعتبر...''

خلاصہ یہ کہ یہ عاصم بن عبیداللہ ہر حال میں ضعیف ہیں اور ان کے طریق سے مروی یہ حدیث بھی بہر نوع ضعیف ہے، چنانچہ علامہ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ اس

حدیث پر بحث کے بعد فرماتے ہیں: قلت نعم هو "ضعيف" لیکن آگے تحریر فرماتے ہیں: لكنه يعتضد بحديث الحسين بن على رضى الله عنهما الذى رواه ابويعلى الموصلى وابن السنى (تحفۃ الاحوذی: ۵/۹۰)

یعنی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث، حدیث ابورافع کے لئے شاہد ہے۔ جس کے اعتضاد واستشہاد سے حدیث ابورافع قوی، حسن لغیرہ اور قابل عمل ہوجاتی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ دوسری حدیث تقویت واستشہاد اور اعتبار کے لائق نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث شدید الضعف، بلکہ امام البانیؒ کی تحقیق میں موضوع ہے، اور کوئی موضوع بلکہ شدید الضعف حدیث بھی استشہاد واعتبار کے قابل نہیں ہوتی، یہ اصول وضابطہ معلوم ومعروف ہے، ذیل میں یہ دوسری حدیث، حدیث حسین بن علی رضی اللہ عنہما مع سند ومتن ذکر کی جاتی ہے، بعدہ اس کا حکم واضح کیا جائے گا۔

دوسری حدیث: مسند ابویعلی اور عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ولد له ولد فأذن فى اذنه اليمنى وأقام فى اليسرى لم تضره أم الصبيان یعنی جس کے یہاں بچہ کی پیدائش ہو، اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان دے اور بائیں کان میں اقامت کہے، تو اس بچہ کو ام الصبیان کی بیماری ضرر نہیں پہنچائے گی۔

(مسند ابویعلی (۴/۱۶۰۲) عمل الیوم واللیلہ لابن السنی (۲۰۰/ ۶۱۷) الضعیفہ للالبانی (۱/۴۹۱/ ۳۲۱) یہ بطریق یحی بن العلاء الرازی عن مروان بن سالم عن طلحہ بن عبید اللہ العقیلی عن الحسین بن علی رضی اللہ عنہما، مروی ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، کیونکہ اس کی سند میں دو راوی ایسے ہیں جو حدیث وضع کرتے تھے، یحیٰ بن العلاء اور مروان بن سالم امام ذہبی نے ان دونوں کا ذکر "الضعفاء والمتروکین" میں کیا ہے، اور یحییٰ بن العلاء کے بارے میں بیان کیا ہے کہ امام احمد نے اس کے متعلق کہا کہ کذاب یضع الحدیث، حافظ ذہبی نے یہی میزان الاعتدال میں بھی بیان کیا ہے، اور پھر اس کی چند موضوعات کا ذکر کیا ہے، جن میں ایک حدیث یہ بھی ہے، (الارواء (۴/۴۰۲) والضعیفہ (۱/۴۹۲) نیز تہذیب میں ہے: قال وكيع كان يكذب وقال ابن عدى الضعف على رواياته بين واحاديثه موضوعات وقال ابن حبان ينفرد عن الثقات بالمقلوبات، لايجوز الاحتجاج به وقال ابن معين ليس بشئ ۔ وقال الدولابى: متروك فى الحديث۔

اور یحی بن العلاء کے شیخ مروان بن سالم کے بارے میں امام احمد نے کہا: ليس بثقة، اور حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں خلاصہ کیا ہے کہ متروك، ورماه الساجى وغيره، لوضع ۔ (لارواء: ۴/۴۰۲) یعنی مروان بن سالم بھی متہم بالوضع راوی ہے۔ "تہذیب التہذیب" میں ہے: قال البخاری ومسلم: منکر الحدیث وقال ابوحاتم: منکر الحدیث جدا قال ابوعروبه الحرانى: كان يضع الحديث: وقال الساجى: كذاب يضع الحديث: قال ابن حبان يروى المناكير عن المشاهير، ياتى عن الاثبات بما ليس فى حديثهم وقال العقيلى: احاديثه مناكير وقال ابونعيم: منكر الحديث۔ وقال البغوى: منكر الحديث لا يحتج بروايته

حاصل یہ کہ یہ حدیث نہ صرف شدید الضعف بلکہ موضوع ہے، جو قابل اعتضاد واستشہاد نہیں کہ اس کی تائید سے کوئی حدیث قوی اور قابل عمل ہوجائے، محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے جو اس حدیث کی تائید سے پہلی حدیث، حدیث ابورافع (رضی اللہ عنہ) کو قابل عمل قرار دیا ہے تو جیسا کہ علامہ البانیؒ نے بیان کیا ہے درحقیقت انھیں دھوکہ یہاں سے ہوا ہے کہ بعض اہل علم نے اس دوسری حدیث کو اپنی بعض کتابوں میں یا تو یوں ہی ذکر کردیا ہے اور اس کے ضعیف ہونے کا بھی کوئی اشارہ نہیں کیا، جیسے امام نوویؒ نے کتاب الاذکار میں یا بعض نے فقط اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ کیا ہے جیسے امام ابن تیمیہؒ نے "الکلم الطیب" میں اور امام ابن القیمؒ نے الوابل الصیب اور "تحفۃ الودود باحکام المولود" میں، اسی سے محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے یہ سمجھا کہ یہ حدیث فقط ضعیف ہے جو قابل اعتضاد واستشہاد ہے، حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ حدیث جیسا کہ مکرر ذکر کیا گیا موضوع ہے۔ جو اعتضاد واستشہاد کے قطعی قابل نہیں ہوتی۔ عفی اللہ عنا وعنہم جمیعا کچھ ایسا ہی معاملہ مندرجہ ذیل تیسری حدیث کا بھی ہے۔

تیسری حدیث: "شعب الایمان" للبیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کان میں ان کی ولادت کے دن اذان دی، دائیں کان میں اذان کہی، اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

اذن فى اذن الحسن بن على يوم ولد، فأذن فى أذنه اليمنى، وأقام فى أذنه اليسرى، اخرجه البيهقى فى "شعب الايمان" (۶/ ۲۹۰/ ۸۶۲۰) من طريق محمد بن يونس حدثنا الحسن بن عمروبن سيف السدوسى حدثنا القاسم ابن مطيب عن منصور بن صفية عن أبى معبد عن ابن عباس....

امام بیہقیؒ نے اس کو روایت کرنے کے بعد کہا کہ اس کی سند میں ضعف ہے، امام البانیؒ نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس قول میں زبردست تساہل ہے۔ کیونکہ یہ ضعیف ہی نہیں بلکہ یہ حدیث موضوع ہے، اس کی مذکورہ سند میں ایک راوی الحسن بن عمرو سدوسی ہے، جو متروک ہے، جیسا کہ "التقریب" لابن حجر میں ہے، اور

"تہذیب التہذیب" میں ہے: قال ابن الجوزی فی "کتاب الضعفاء" کذبه ابن المدینی، وقال البخاری: کذاب، وقال ابوحاتم الرازی: متروك الحديث۔

اوراس سے روایت کرنے والا راوی محمد بن یونس کدیمی ہے، یہ بھی متکلم فیہ ہے، "تہذیب التہذیب" میں ہے: قال الخطيب: كان حافظا كثير الحديث، ولم يزل معروفا عند اهل الحجاز بالحفظ، مشهورا بالطلب، حتى اكثر روايات الغرائب والمناكير فتوقف بعض الناس عنه وقال ابن حبان: كان يضع الحديث، لعله قد وضع على الثقات اكثر من الف حديث وقال الدارقطني: يتهم بوضع الحديث وقال ابن عدى، قداتهم بالوضع۔ الضعیفہ ۱/۱۳۷ میں ہے: کذبہ ابوداؤد وموسی بن ہارون والقاسم بن المطرز

اس تفصیل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بھی نہ صرف شدید الضعف بلکہ موضوع ہے قطعی تائید واستشہاد کے لائق نہیں ہے، کہ اس کی تائید سے حدیث ابورافع رضی اللہ عنہ کسی درجہ میں قومی اور قابل عمل ہو سکے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفۃ الودود باحکام المولود" میں بیہقی کے حوالہ سے اس حدیث کا ذکر کر کے امام بیہقیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔ امام البانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے اسی سے دھوکہ ہوا کہ یہ حدیث فقط ضعیف ہے اور میں نے اس بنا پر (الضعیفہ ۱/۴۴۹۳/۳۲۱) میں اسے حدیث ابورافع رضی اللہ عنہ کے لئے شاہد وموید قرار دے کر اس کی تحسین فرمادی، لیکن شعب الایمان للبیہقی کی اشاعت کے بعد اس میں اس حدیث کی مذکورہ سند دیکھی تو اصل حقیقت معلوم ہوئی، اور اپنی سابق تحسین سے رجوع کرلیا۔ علامہ البانیؒ نے اس کا ذکر "الضعیفہ ..." جلد اول ۴۹۴) میں بھی کیا ہے اور پھر "الضعیفہ" (جلد ۱۳/۲۷۱،۲۷۲) میں "شعب الایمان" کے حوالہ سے اس حدیث کو ذکر کرکے اس کے موضوع ہونے کو بیان کیا، اور یہ بھی تصریح فرمائی کہ حدیث ابورافع رضی اللہ عنہ بہرحال ضعیف ہی ہے، جیسا کہ اس کی سند کا تقاضا ہے۔

الغرض حدیث ابورافع رضی اللہ عنہ بہر حال ضعیف ہے اور معلوم ہے ایسی تنہا ضعیف حدیث سے از روئے اصول کسی امر کا مندوب ومستحب اور مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تاہم اس حدیث کو کسی نے شدید الضعف قرار نہیں دیا ہے اور اس کو قدیم زمانہ سے تلقی بالقبول والعمل حاصل ہے، اس لئے اگر کوئی اس کے مطابق عمل کرے تو شاید اس کو حد جواز میں رکھا جاسکتا ہے، اور اس کو مستوجب نکیر نہیں قرار دیا جانا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

اسلام میں عورت کے حقوق

تحریر: ڈاکٹر عبداللطیف بن عبدالعزیز آل الشیخ

ترجمہ وتلخیص: مولانا عزیز احمد مدنی

اسلام نے عورت کو مکمل حقوق عطا کیا ہے اور یہ ترغیب دی ہے کہ اس کا احترام کیا جائے، اور اس کے عزت نفس کی صیانت وحفاظت اسی طرح کی جائے جس طرح ایک مرد کی کرامت کا خیال کیا جاتا ہے۔ اس سے اسلامی شریعت میں عورت کا مقام ومرتبہ اور وقار نمایاں ہوتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کے ساتھ مردوں جیسا تعامل کیا ہے کیونکہ دونوں نفس انسانیت میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اور دونوں کی تخلیق بھی ایک ہی اصل سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (النساء:۱)

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بچو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

مزید فرمایا: وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ (انعام:۹۸)

''اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندروز رہنے کی ہے۔ بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا (الاعراف:۱۸۹)

''وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس وسکون حاصل کرے۔

اسلام نے جس طرح اس کا رتبہ ومقام بلند کیا ہے وہ اسی قدر وقامت کا حق رکھتی ہے اسلام نے اس کے بہت سے حقوق کی ضمانت لی ہے۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

جینے کا حق:

عورت کے حقوق میں سے سب سے پہلا اور اعلیٰ حق یہ ہے کہ وہ جینے کے حق سے تمتع کرے اور لطف اندوز ہو، کیونکہ عورت کی جان بھی مرد کی طرح بیش قیمت ہے۔ اسی لئے اسلام نے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اور عمداً قتل پر قصاص واجب کیا ہے۔ یہی حکم مرد کے لئے بھی ہے۔ اسلام سے قبل عورت پر ظلم وقہر اور ذلت وخواری اور رسوائی اس قدر عام تھی کہ عرب اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ اسے زندگی کے حق سے محروم کر بیٹھتے، شرم وعار سے نجات پانے کے لئے اسے زندہ زمین میں دفن کر دیتے، چنانچہ اسلام نے اس بھیانک جرم کی سخت نکیر کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (التکویر:۸۔۹) ''جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا، کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لڑکیوں کے قتل کو حرام اور اسے عظیم گناہ قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری (۴۴۷۷) اور صحیح مسلم (۸۶) کی روایت ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا: بے شک یہ بہت عظیم ہے۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارا اپنی اولاد کو قتل کرنا اس خوف سے کہ وہ تمہارا شریک طعام ہوگا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

میراث میں عورت کا حق:

اسلام سے قبل وراثت میں عورت کا اور چھوٹے بچوں کا کوئی حق نہیں ہوتا تھا۔ دور جاہلیت میں وراثت کا حق دار قوی اور جنگ جو، مال غنیمت حاصل کرنے والے ہوا کرتے تھے۔ اسلام نے میراث میں عورت کا حق مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (النساء:۷)

''ماں باپ خویش واقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی، (جو مال ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ اس میں حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''

اس مال میراث میں اللہ تعالیٰ نے حصہ مقرر کر دیا ہے، اس میں کسی قسم کا تدخل یا اس میں ہاتھ لگانا کسی کے لئے حلال وجائز نہیں۔ تفسیر مجاہد ص ۲۹۳ اور جامع البیان میں امام طبریؒ نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے قول ''فِىْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِىْ لَا

تُـؤْتُـوْنَهُـنَّ مَـا كُتِبَ لَهُنَّ (النساء:۱۲۷) کے تحت یہ نقل کیا ہے۔'' کہ جاہلیت کے لوگ عورتوں اور بچوں کو وراثت میں شامل نہیں کرتے، وہ کہتے تھے، کہ یہ غازی نہیں ہیں، مال غنیمت حاصل کرنے والے نہیں ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان خوانین اور بچوں کا میراث میں واجبی حق مقرر فرمایا۔

مقاتل کی تفسیر (۵/ ۱۴۸) میں ہے: کہ جاہلیت میں لوگ عورتوں کو وراثت نہیں دیتے تھے نہ ہی چھوٹے بچوں کو گرچہ وہ ذکور (نرینہ اولاد) ہوں، صرف بڑے لوگوں کو وراثت دیتے وہ کہا کرتے تھے کہ وراثت کا حق دار وہ ہے جو گھوڑوں کی پشت پر سوار ہو کر میدان کارزار سر کرے اور مال غنیمت حاصل کرے۔

جامع البیان (۲۴/ ۳۸۱) میں امام طبری نے اللہ تعالیٰ کے قول'' وتاكلون التراث اكلا لما کی تفسیر میں ابن زید کا کلام نقل کیا ہے کہ'' الاكل اللم'' کا معنی یہ ہے کہ آدمی جو چیز پائے کھالے، کچھ نہ پوچھے، اپنا حصہ بھی کھا جائے۔ اور اپنے ساتھی کا حصہ بھی چٹ کر جائے، جاہلیت میں لوگ عورتوں کو اور چھوٹے بچوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے تھے، اور پھر آیت وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَـا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ (النساء:۱۲۷) کی تلاوت فرمائی۔

''اے پیغمبر! تم سے یہ لوگ عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے عورتوں کے باب میں اور جو قرآن میں پڑھا جاتا ہے تم پر ان یتیم عورتوں کے باب میں جن کو تم ان کا واجبی حق (مہر) نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو (ان کی خوبصورتی اور مالداری کیوجہ سے) اور اللہ تم کو حکم دیتا ہے بے بس چھوٹے کم سن بچوں کے باب میں، اور یہ حکم دیتا ہے کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو''.'' اکلا لما'' (الفجر:۱۹) یعنی اپنی میراث بھی کھا جاتا اور ہر چیز بھی بلا پوچھے ہڑپ کر جاتا اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ حلال ہے یا حرام۔

تعلیم وتربیت کا حق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کی حسن تربیت اور ادب واخلاق کی نگرانی اور ان پر توجہ کی ترغیب دی ہے۔ صحیح مسلم (۲۶۲۱) کی روایت ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی تا آنکہ وہ بالغ ہوگئیں تو وہ بروز قیامت آئے گا وہ اور ہم دونوں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ضم کر کے اشارہ فرمایا۔

چونکہ عورت بھی شرعی احکام کا مخاطب ہے اس لئے خواتین کی شان بھی مردوں جیسی ہے۔ احکام شریعت کے قیام اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے اسے بھی دین کا علم لازم ہے۔ اسلام نے علم کے حصول کو ہر مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت فرض قرار دیا ہے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو ترغیب اور ان سے اپیل کرتا ہے کہ وہ علمی معیار کے اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کی جدوجہد کریں، ارشاد باری ہے۔ وَقُـــلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ:۱۱۴) ''میرے رب مجھ کو اور زیادہ علم عطا فرما۔''

نیز فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ'' (المجادلۃ:۱۱)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم ملا ہے (دین کے عالم ہیں) اللہ ان کے درجے (دنیا وآخرت میں) بلند کرے گا، اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

اسلام میں عورتوں کو بھی حصول علم کا حق حاصل ہے۔ اس میدان میں عورتوں کی حیثیت مردوں جیسی ہے۔ تعلیم کے میدان میں برابری کا حق ہے۔ صحیح بخاری (۱۰۱) اور صحیح مسلم (۲۶۳۲) کی روایت ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں نے عرض کیا: کہ آپ کی ذات گرامی سے استفادہ میں مرد حضرات غالب ہیں، لہٰذا ایک دن آپ ہمارے لئے مقرر فرمائیں، چنانچہ آپؐ نے ان سے ایک دن ملاقات کا وعدہ فرمایا، آپ انھیں وعظ فرماتے اور حکم وہدایت فرمایا کرتے۔ جو باتیں آپؐ نے ان کو بتائیں ان میں سے ایک یہ بھی رہی ہے کہ تم میں سے جس خاتون نے اپنی تین اولاد کو پیش کر دیا (وفات پا گئی) تو وہ اولاد اس کے لئے جہنم سے حجاب وآڑ کا باعث ہوگی، ایک خاتون بول پڑی، اور دو اولاد؟ آپ نے جواب دیا: اور دو بھی۔'' ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (۱/ ۱۹۶) میں لکھتے ہیں: حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ دینی امور کی تعلیم ومعرفت کا حرص وجذبہ صحابیات میں کس قدر پایا جاتا رہا ہے۔

میدان عمل میں عورت کا حق:

حسب ضرورت کام کاج کے لئے عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کا حق ہے، بشرطیکہ اس کی ذات یا اس کے اسرہ (خاندان) کے لئے کوئی فساد وخرابی اس کے باہر نکلنے سے نہ ہو، ان شاء اللہ اس رسالہ کے اخیر میں عورتوں کے عمل سے متعلق ایک مستقل بحث میں کچھ باتیں پیش کی جائیں گی۔

سیاسی مشارکت میں عورت کا حق:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ومبایعت میں صحابیات شریک رہا کرتی تھیں، آپؐ نے ان سے سمع وطاعت کا عہد وپیمان لیا۔ اس باب میں ان کی شان وحیثیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا

يَـاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الممتحنۃ:۱۲)

''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں، اور کسی نیک کام میں تیری نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کرلیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بیشک اللہ تعالی بخشنے اور معاف کرنے والا ہے۔''

یہ آیت عورتوں کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے، جس طرح کہ بیعت مردوں کے لئے مشروع ہے۔ (صحیح بخاری (۵۲۸۸) اور صحیح مسلم (۱۸۶۶) کی روایت ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ مومنہ خواتین جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کرکے آتیں تو فرمان الٰہی يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ (الممتحنۃ:۱۰) کے بموجب امتحان لیا کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مومنہ خواتین میں سے جو اس شرط کو مان لیتی تو یہی اس کا محنہ وامتحان ہوتا، جب وہ اپنی زبان وقول سے اس کا اقرار کرلیتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے: جاؤ تم سب سے میں نے بیعت لے لی، اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے کبھی کسی اجنبی عورت کا ہاتھ مس نہیں کیا (نہیں چھوا) آپؐ ان سے زبانی کلام سے بیعت لیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے انھیں امور کی بیعت لی جس کا حکم اللہ تعالی نے آپ کو دیا تھا۔ جب آپ ان سے بیعت لیتے تو آپ اپنی زبان مبارک سے ''فقد بايعتك'' کے الفاظ ادا فرماتے۔''

فائدہ: ''فامتحنوھن'' میں امتحان سے مطلب یہ ہے کہ اس امر کی تحقیق کرنا کہ جو خواتین ہجرت کرکے آئی ہیں اور اپنے ایمان کا اظہار کررہی ہیں، اپنے کافر خاوند سے ناراض ہوکر یا کسی مسلمان کے عشق میں یا کسی اور غرض سے تو نہیں آئی ہیں اور صرف یہاں پناہ لینے کی خاطر ایمان کا دعوی کررہی ہیں۔ (اضافہ از مترجم: احسن البیان ص ۱۵۶۸)

عدل ومساوات میں عورت کا حق:

عورت کے حقوق میں سے ایک حق عدل ومساوات کا بھی ہے۔ عورت اگر لڑکی (بچی) ہے تو اس کے تئیں اسلام نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے مابین عدل ومساوات کا حکم فرمایا ہے۔ صحیح بخاری (۲۵۸۷) اور صحیح مسلم (۱۶۲۳) کی روایت ہے، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے عطیہ دیا، تو عمرہ بنت رواحہ (زوجہ بشیر بن نعمان) نے کہا کہ میں اس سے راضی نہیں تا آنکہ تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ وشاہد بناؤ، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنے بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہیں، ایک عطیہ دیا ہے۔ لیکن عمرہ اس سے راضی نہیں آپ کی شہادت کا مطالبہ کرتی ہیں، آپ نے فرمایا: تم نے اسی طرح تمام اولاد کو عطیہ کیا ہے؟ کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اپنی اولاد کے درمیان عدل سے کام لو، نعمان فرماتے ہین: کہ وہ واپس لوٹے اور اپنا عطیہ مجھ سے واپس لے لیا۔''

یہ اچھی طرح واضح رہے کہ ''ولد'' کا لفظ ذکور (نرینہ) واناث دونوں کو شامل ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ بشیر بن سعد نے عمرہ بنت رواحہ سے نئی شادی کی تھی اور نعمان بن بشیر ان کے بطن سے پیدا ہوئے، بشیر بن سعد کی پہلی بیوی سے دیگر اولاد تھی بشیر نے نئی بیوی کی دلجوئی کی خاطر ان کے بیٹے کے لئے ایک باغ ہدیہ کرنا چاہا تھا، لیکن عمرہ بنت رواحہ اس کے لئے تیار نہ ہوئیں، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (توضیح از مترجم)

بیویوں کے ساتھ عدل کرنا:

اسی طرح خاوند پر اپنی زوجات کے مابین عدل کرنا بھی زوجہ (بیوی) کے حقوق میں سے ہے یعنی اگر کسی شخص کے پاس ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان تمام کے مابین ان کے نان ونفقہ، لباس وپیراہن اور ان کے درمیان شب باشی میں عدل ومساوات سے کام لے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء:۳)

''اور عورتوں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین، چار چار سے، لیکن اگر تمہیں برابری ومساوات نہ کرسکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔ یا تمہاری ملکیت کی لونڈی۔ یعنی اگر انصاف کے تقاضے پورے نہ کرسکو تو ایک سے ہی نکاح کرو۔ یا اس کے بجائے لونڈی پر گذارا کرو۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء:۱۲۹)

''تم سے تو یہ کبھی نہ ہوسکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح عدل کرو، گو تم اس کی کتنی خواہش وکوشش کرو، اس لئے بالکل ہی ایک ہی کی طرف مائل ہوکر دوسری کو معلق درمیان میں لٹکی ہوئی بنا کر نہ چھوڑو، اور اگر تم اصلاح کرو اور تقوی اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالی بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں عدل سے مراد وہ عدل ومساوات ہے جس کی سکت، قدرت اور استطاعت انسان رکھتا ہے۔ یعنی بیویوں کے درمیان کھانے پینے، لباس

وسکن شب باشی اور وہ تمام امور ومعاملات جو ہر ایک کے لائق ہے اس میں عدل سے کام لینا ہے۔امام قرافی کی کتاب الذخیرہ (۴/ ۴۵۵) میں مذکور ہے: کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنا واجب ہے۔اس پر اجماع ہے اس عدل کا مستحق ایک بیمار خاتون رتقاء یعنی بانجھ عورت یا ایسی خاتون جس کے (فرج) شرمگاہ میں گوشت کا ٹکڑا بڑھ جانے کے سبب وطی مانع ومشکل ہو، اسی طرح محرمہ (احرام والی)، حیض ونفاس میں مبتلا خاتون، ایلاء وظہار والی خاتون اور ہر وہ خاتون جسے شرعی یا طبعی عذر ہو سب اس کا حق رکھتی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری متعین کر کے عدل ومساوات فرماتے اور کہتے ''اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك و لا أملك" اے اللہ یہ میری تقسیم ہے۔جس کا مجھے اختیار ہے، جس کا تو مالک ہے اور جس چیز پر مجھے اختیار وقدرت نہیں اس پر مجھے ملامت نہ فرما:

بیویوں کے مابین عدل ومساوات میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی جب سفر کا ارادہ کرے تو ان کے مابین قرع اندازی کرے، قرع میں جس کا نام آئے اس کو لے کر باقی کو چھوڑ کر سفر میں لے جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ اور معمول تھا۔صحیح بخاری (۲۴۵۷) اور صحیح مسلم (۲۷۷۰) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے مابین قرع اندازی فرماتے اور جس کا نام نکلتا اسے اپنے ہمراہ سفر میں لے جاتے۔

عورت کے مالی حقوق: اسلام نے عورت کو مستقل مالی ذمہ داری بھی عطا کی ہے۔اس کی حیثیت مرد جیسی ہے۔اسے حق تملک اور حق بیع وشراء حاصل ہے۔ بلکہ اس کے مہر کو اس کا حق قرار دیا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (النساء:۲۴) ان میں سے جن خواتین سے تم فائدہ اٹھاؤ انھیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دو۔

اسی طرح اسلام نے اس کے حق میں نفقہ مشروع قرار دیا ہے۔صحیح مسلم (۱۲۱۸) میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف یعنی ''تم پر ان کا نفقہ وکسوہ معروف صورت میں واجب اور ضروری ہے۔''

یہ نفقہ کھانے پینے، لباس، سکن اور علاج ومعالجہ وغیرہ تمام کو شامل ہے جو زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔

عورت کے مالی حقوق میں سے وراثت کا اس کا حق بھی ہے۔شریعت نے اس کے لئے اس کا حق مقرر کیا ہے۔گذشتہ صفحات میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

اسی طرح مالی معاملات میں بھی اس کا حق واختیار ہے۔ چنانچہ اسے حق تملیک حاصل ہے۔خرید وفروخت، رہن، ہبہ، اپنے مال کا صدقہ وغیرہ میں اسے تصرف کا حق حاصل ہے۔ صحیح بخاری (۹۶۴) اور مسلم (۸۸۴) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے روز میدان کی طرف نکلے آپ نے لوگوں کو دو رکعت صلاۃ ادا کرائی۔نہ تو اس سے قبل اور نہ ہی اس کے بعد کوئی صلاۃ پڑھی، پھر خواتین کے پاس تشریف لائے۔آپ کے ہمراہ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ نے خواتین کو صدقہ کی تلقین فرمائی پس کیا تھا، خواتین اپنے سونے چاندی کی انگوٹھی اور زیورات نیز ہار اتار کر صدقہ کرنے لگیں۔''خرص'' سونے چاندی کی انگوٹھی یا کڑا ''سخاب'' موتی کے سوا دیگر معمولی چیزوں سے بنا ہار۔

صحیح بخاری (۱۴۶۷) اور مسلم (۱۰۰۱) میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ کی اولاد پر جو ہماری اولاد ہے۔خرچ کروں تو مجھے یا میرے لئے اجر وثواب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو، جو کچھ بھی تم ان پر خرچ کرو گی تمہارے لئے اجر وثواب ہے۔

امام احمدؒ نے صحیح سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عورت ''رائطہ'' ام ولد جنھیں دستکاری کا فن آتا تھا، وہ ابن مسعودؓ اور ان کی اولاد پر اپنی صنعت وکمائی کا حصہ خرچ کرتی تھیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے ابن مسعودؓ سے کہا، کہ آپ نے اور آپ کی اولاد نے ہمیں صدقہ وخیرات سے غافل کر دیا ہے۔آپ کی معیت میں رہتے ہوئے میں کچھ بھی صدقہ وخیرات کی استطاعت نہیں رکھتی، تو عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے کہا: قسم اللہ کی، اگر اس میں اجر وثواب نہیں، تو یہ کام تم کرو مجھے پسند نہیں، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر گویا ہوئیں، یارسول اللہ! میں ایک ہنرمند صنعت والی خاتون ہوں، میں اسے فروخت کر کے اپنے بچوں اور خاوند کی حاجت پوری کرتی ہوں، میرے اور میری اولاد نیز میرے خاوند کے پاس اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں، ان سبھوں نے ہمیں صدقہ وخیرات سے مشغول ومحروم کر رکھا ہے۔میں کچھ بھی صدقہ وخیرات نہیں کر پاتی، کیا میں جو کچھ بھی ان پر خرچ کرتی ہوں اس میں میرے لئے اجر وثواب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم ان پر خرچ کرتی رہو، جو کچھ تم ان پر خرچ کرتی ہو تمہارے لئے اس میں اجر وثواب ہے۔

حقوق میں مساوات اور برابری کا حق بھی عورت کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى قسم ہے اس ذات کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا، یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے۔(اللیل:۳۔۴) اور فرمایا: خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ''تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اسی سے اس کی بیوی پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔(النساء:۱)

☆☆☆

ابوعدنان سعید الرحمٰن نورالعین سنابلی

فتنوں سے کیسے بچیں؟

بروقت پوری دنیا میں جس قدر قتل وخوں ریزی، فتنہ وفساد، لوٹ کھسوٹ اور جبر وظلم اور دھوکہ دہی کا بازار گرم ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ قدم قدم پر فتنے منہ کھولے کھڑے ہیں، کیا بچے، کیا بوڑھے، کیا خواتین سب ان فتنوں کا شکار نظر آتے ہیں۔ کہیں مسلم سماج میں مغرب کی وارفتگی اور دیوانگی کا بھوت اس قدر سوار ہے کہ اس کے چکر میں پڑ کر بہت سارے مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات واقدار کو پس پشت ڈال دیا ہے، کہیں ہماری بیٹیاں اور بہنیں ارتداد کے دوراہے پر کھڑی ہیں تو ہم مسلمانوں میں ہی کچھ لوگ ایسے بھی مل جائیں گے جو احادیث کی حجیت کے سلسلے میں شک وشبہ پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، ہم سودخوری میں اس قدر ملوث ہو چکے ہیں کہ ہمیں اس کی حرمت کا احساس تک نہیں رہا، ہم بہنوں کو میراث میں حصہ نہیں دیتے، اور نہ جانے کون کون سی برائیاں ہمارے درمیان پھیل چکی ہیں غرضیکہ ہماری دینی واخلاقی حالت فتنوں کی زد میں ہے۔

اسلام اور مسلمان پہلی مرتبہ ابتلا وآزمائش سے دوچار ہوئے ہیں بلکہ اسلام تو سنگینیوں کے سائے میں پروان چڑھا ہے اور اس کی آبیاری سخت حالات اور کٹھن اوقات ہی میں ہوئی ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر دعوت دی تو کسی ابولہب نے آپ کے خلاف علم مخالفت بلند کی اور ''**تبّا لک سائر الیوم، ألهذا جمعتَنا**'' کہہ کر آپ کے خلاف زبان درازی کی، کعبے کے صحن میں آپ کی پشت پر مشرکوں نے اونٹ کی اوجھڑی ڈالی، ایک یہودن نے زہر آلود گوشت پیش کیا، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، اہل طائف نے تو حد کر دی اور آپ کو اتنا مارا کہ آپ لہولہان ہو گئے اور آپ کی تکذیب فرمائی۔

آج پوری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کم سے کم ڈیڑھ ارب یا اس سے زیادہ ہے یعنی مسلمان دنیا میں پوری آبادی کے ایک تہائی ہیں لیکن آج مسلمان جس قدر بے وقعت ہے شاید تاریخ میں کبھی اتنا بے وقعت و بے حیثیت نہیں رہے ہوں گے بلکہ آج مسلمانوں کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہو گئی ہے کہ ان کے تعلق سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صادق آچکی ہے۔ چنانچہ ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا: ''قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو ایک شخص نے عرض کیا: کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اس وقت تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف ختم کر دے گا، اور تمہارے دلوں میں وہن (کمزوری) ڈال دے گا'' یہ سن کر ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! ''وہن'' کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے''۔ (سنن ابوداود/ ۴۲۹۷، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح کے فتنے مذموم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں چار چیزوں کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے جن میں سے موت اور زندگی کا فتنہ بھی شامل ہے۔ زندگی کے فتنہ سے مراد دنیا کی وہ سبھی چیزیں ہیں جس سے دنیوی زندگی میں فتنہ میں واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔ مثال کے طور پر دنیا طلبی، خواہشات نفسانی، جہالت اور سوئے خاتمہ وغیرہ۔ (ملاحظہ ہو: احکام الاحکام لابن دقیق العید۔ ۱/ ۲۷)

فتنے عموماً دو طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم غیر اختیاری فتنوں کی ہے جن میں انسان غیر اختیاری طور پر واقع ہو جاتا ہے یعنی وہ فتنے جن میں شکار ہونے میں انسان کے اپنے عمل کا دخل نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ایسے فتنوں کا شکار ہو گیا تو اللہ جل شانہ ایسے انسان کی مدد ونصرت فرمائے گا اور اس فتنہ پر قابو پانے میں اسے طاقت وقوت اور توانائی بخشے گا۔

فتنوں کی دوسری قسم وہ ہے جو انسان کے اختیار میں ہوتا ہے، یعنی انسان اختیاری طور پر ایسے فتنوں کا شکار بنتا ہے، وہ ایسا کام کرتا ہے جس کی وجہ سے فتنہ وفساد بپا ہوتے ہیں اور پھر خود بھی اس کا شکار ہوتا ہے اور بسا اوقات اپنے ساتھ دوسروں کو بھی فتنے میں مبتلا کرتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''بندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ فتنوں کے اسباب سے بچیں، کیونکہ جب کوئی اسباب فتنہ سے تعرض کرے گا تو فتنوں کا شکار ہو جائے گا اور اس سے بچ نہیں پائے گا۔ اگر کوئی انسان غیر اختیاری طور پر فتنہ کا شکار ہو جائے اور اس میں پھنس جائے تو دونوں صورت میں چاہئے کہ وہ اللہ جل شانہ سے ڈرے، صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرے، اپنے اندر خلوص پیدا کرے اور اس فتنہ سے نجات پانے کے لئے کوششیں کرے اور اس سلسلے میں پیش آنے والے مصائب پر صبر کا مظاہرہ کرے۔ اس حالت میں انسان کا اپنی سلامتی کے ساتھ واجبات کی انجام

دہی افضل ترین نیکیوں میں سے ہوگا لیکن اللہ جل شانہ جب کسی بندے کو ابتلاء و آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو اس کی مدد و نصرت فرماتا ہے، اس کے برخلاف اگر بندہ خود اپنے تصرف سے فتنہ میں واقع ہوتا ہے تو اللہ جل شانہ اسے فتنہ ہی میں چھوڑ دیتا ہے جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلمنے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: امارت طلب نہ کرنا کیونکہ اگر تم کو طلب کرنے سے (امارت) ملی تو تم اس کے حوالے کردیئے جاؤ گے (اس کی تمام ترذمہ داریاں خود اٹھاؤ؟ گے، اللہ کی مدد شامل نہ ہوگی) اور اگر تمہیں مانگے بغیر ملی تو (اللہ کی طرف سے) تمہاری اعانت ہوگی۔ (صحیح بخاری/۶۶۲۲، صحیح مسلم/۱۶۵۲) (مجموع الفتاویٰ ۱۰/۵۷۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مزید کہا ہے کہ سنت میں اس کے بکثرت شواہد موجود ہیں کہ جو لوگ غیر اختیاری طور پر فتنوں کے شکار ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی لیکن جن لوگوں نے فتنوں سے تعرض کیا اور اپنی کرتوت کیوجہ سے فتنہ کے شکار ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اعانت نہیں فرمائی۔ (مجموع الفتاویٰ ۱۰/۱۲۵)

دنیوی زندگی مصائب سے عبارت ہے : دنیوی زندگی میں مصائب و مشکلات کا آنا عام سی بات ہے۔ یہ مصائب سچے وجھوٹے اور حق و باطل میں امتیاز پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُتْرَكُوا اَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ، وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ'' (سورۃ العنکبوت/۲-۳) کیا لوگ خیال کرتے ہیں یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے انہیں بھی آزمایا تھا، سو اللہ انہیں ضرور معلوم کرے گا جو سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔

چنانچہ ایک انسان کو چاہئے کہ وہ صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرے اور یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھے کہ ابتلاء و آزمائش اس دنیا میں اللہ جل شانہ کی سنت رہی ہے۔ آپ انبیائے کرام کی حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ بھی سخت ترین مصائب و مشکلات سے دوچار ہوئے، اور ان کی قوم کے لوگوں نے انہیں سخت اذیتیں دیں، چنانچہ یہ تمام حقائق جاننے کے بعد ہمیں صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ'' (سورۃ العصر) یعنی زمانہ کی قسم ہے۔ بے شک انسان گھاٹے میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی آپس میں وصیت کرتے رہے۔

نیکوکاروں کا وجود فتنے سے امن و امان کا سبب نہیں : کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ کسی سماج میں علماء اور دعاۃ کا پایا جانا ہی اس سماج کے فتنے سے امن وامان کا ضامن ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ گھبرائے ہوئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، ملک عرب میں اس برائی کی وجہ سے بربادی آجائے گی جس کے دن قریب آنے کو ہیں، آج یاجوج ماجوج نے دیوار میں اتنا سوراخ کردیا ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور اس کے قریب کی انگلی سے حلقہ بنا کر بتلایا۔ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اس کے باوجود ہلاک کردیئے جائیں گے کہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فسق و فجور بڑھ جائے گا (تو یقیناً بربادی ہوگی)۔ (صحیح بخاری/۳۳۴۶، صحیح مسلم/۲۸۸۰)

فتنوں کے زمانے میں انسان بہت ساری عبادتیں انجام نہیں دے پاتا ہے : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان فتنوں سے پہلے پہلے جو تاریک رات کے حصوں کی طرح (چھا جانے والے) ہوں گے، (نیک) اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ (ان فتنوں میں) صبح کو آدمی مومن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر، اپنا دین (ایمان) دنیوی سامان کے عوض بیچتا ہوگا''۔ (صحیح مسلم/۱۱۸)

فتنوں کو تاریک رات سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ فتنہ میں حق و ناحق کے مابین امتیاز نہیں ہو پاتا ہے، ساری راتیں تاریک ہوتی ہیں لیکن کچھ راتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں ہلکی روشنی پائی جاتی ہے، اسی وجہ سے یہاں رات کو تاریک کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

فتنوں سے دوری بنا کر رکھنا چاہئے : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''ایسے فتنے برپا ہوں گے کہ ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ اگر کوئی ان کی طرف دور سے بھی جھانک کر دیکھے گا تو وہ اسے بھی سمیٹ لیں گے ایسے وقت جو کوئی اس سے کوئی پناہ کی جگہ پالے اسے اس کی پناہ لے لینی چاہئے''۔ (صحیح بخاری/۷۰۸۲، صحیح مسلم/۲۸۸۶)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنوں کا جب وقوع ہو تو اس موقع پر انسان کو اس سے دوری بنا کر رکھنا چاہئے اور اس کا حصہ بننے سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ جب فتنوں کی آگ بھڑکتی ہے اور ہم اختیاری طور پر اس کا حصہ بنتے ہیں تو پھر ہمارے لئے

اپنے دین وایمان کی حفاظت مشکل ہوجاتی ہے اور اللہ جل شانہ ہمیں فتنوں کے حوالے چھوڑ دیتا ہے۔

اسباب فتنہ: (۱) شرک باللہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ''(سورة الانعام/۸۲) یعنی جولوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے۔ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی رو سے توحید امن وآشتی اور ہدایت کا ضامن ہے، تو اسی طرح شرک خوف وگمراہی کا سبب ہوگا اور خوف وگمراہی اور فساد وبگاڑ ہی کو فتنہ کہتے ہیں لہذا ہر انسان کو شرک سے بچنا چاہئے کیونکہ شرک کے بطن سے ہی فتنہ وفساد اور خوف وہراس جنم لیتے ہیں۔

(۲) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلوتہی اختیار کرنا:

ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس قوم میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں، پھر وہ اسے روکنے پر قادر ہو اور نہ روکے تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو عذاب میں گرفتار کرلے''۔(سنن ابوداود/۴۳۳۸، سنن ترمذی/۲۱۶۸، سنن ابن ماجہ/۴۰۰۸، شیخ البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ اور بعض کو نیچے کا۔پس جولوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کرلیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہوجائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی''۔(صحیح بخاری/۲۳۶۱، سنن ترمذی/۲۱۷۴)

اس حدیث میں نہایت ہی واضح انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا ہے کہ جب کسی سماج ومعاشرہ میں برائیوں کو انجام دیا جائے اور علماء طبقہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کریں تو پھر اس صورت میں عذابِ الٰہی تمام لوگوں پر نازل ہوگا، گویا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

(۳) **جہالت:** عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے چھینتے ہوئے نہیں اٹھائے گا بلکہ وہ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھالے گا حتی کہ جب وہ (لوگوں میں) کسی عالم کو (باقی) نہیں چھوڑے گا تو لوگ (دین کے معاملات میں بھی) جاہلوں کو اپنے سربراہ بنالیں گے۔ان سے (دین کے بارے میں) سوال کیے جائیں گے تو وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے، اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے''۔(صحیح بخاری/۷۳۰۷، صحیح مسلم/۶۷۹۶)

(۴) **گمراہی اور فتنوں پر مبنی لٹریچر کی ترویج:**

معروف واقعہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تورات کا ایک نسخہ پڑھتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت پھٹکار لگائی اور فرمایا: ''کیا تم بھی یہود ونصاری کی طرح (اپنے دین کے بارے میں) حیران ہو، جبکہ میں تمہارے پاس صاف اور واضح دین لے کر آیا ہوں۔اگر میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری اتباع کے سوا کسی اور چیز کی اتباع جائز نہ ہوتی''۔(مسند احمد ۱۵۱۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۹۲/۲، حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصل ثابت ہے۔فتح الباری ۵۲۵/۱۳)۔)

یہ حقیقت ہے کہ انسان فکری انحراف پر مبنی کتابوں کو پڑھنے سے متاثر ہوتا ہے اور اس کتاب میں مبنی اثرات دیرپا ہوتی ہیں خصوصاً جب انسان علم میں پختہ نہ ہو یا اس میں علمی بالیدگی اور پختگی نہ آئی ہو، یہی وجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی میں ہمارے بعض اساتذہ کرام عمدہ کتابوں کے انتخاب پر حددرجہ زور دیا کرتے تھے بلکہ کہا کرتے تھے کہ بغیر اساتذہ کے مشورے کے کسی کتاب کا مطالعہ مت شروع کیا کرو۔

(۵) **عصبیت:** تعصب فتنوں کا پیش خیمہ ہے، عصبیت چاہے جس نوع کا ہو یہ مذموم ہے، حالانکہ اس وقت تعصب خطرناک حد تک پھیلا ہوا ہے، کہیں گروہوں اور جماعتوں کے نام پر عصبیت ہے تو کہیں علاقائیت کی بنیادوں پر تو بعض جگہوں پر لسانی اور نسلی تفاخر بھی موجود ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص گمراہی کے جھنڈے تلے لڑے، عصبیت کی دعوت دے، اور عصبیت کے سبب غضب ناک ہو، اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی''۔(صحیح مسلم/۱۸۴۸)

۶۔ **برائیوں اور بے حیائیوں کا عام ہونا:** زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث گزر چکی ہے کہ جب فحاشی عام ہوجائے گی تو اللہ جل شانہ عمومی عذاب بھیج کر سب کو ہلاک کردے گا، چنانچہ جب سماج ومعاشرہ میں کوئی برائی یا خرابی پنپتی ہے تو داعیان دین کو چاہئے کہ اس کی قباحت وشناعت سے

لوگوں کو واقف کریں لیکن اگر اس کو ہاتھ سے نہیں روک سکتے یا پھر زبان سے اس کی شناعت وقباحت نہیں بیان کر سکتے تو دل ہی میں اسے برا جانیں اور کوشش کریں کہ اس علاقہ کو چھوڑ کر کسی ایسے علاقہ میں جائیں جہاں وہ برائی نہیں پائی جاتی ہو۔

۷۔ محرمات کو حلال سمجھنا اور موسیقی اور آلات غنا کا عام ہونا: ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو جائز وحلال سمجھیں گے، کچھ تو میں بلند پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈالیں گی، شام کو چرواہا اپنے مویشی لے کر ان کے پاس کسی حاجت کے لیے آئے گا، لیکن وہ کہیں گے: (آج لوٹ جاؤ) کل آنا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دے گا اور پہاڑ کو ان پر دے مارے گا اور دوسروں کو روز قیامت تک بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں مسخ کر دے گا''۔ (صحیح بخاری/۵۵۹۰)

فتنوں سے نجات کے ذرائع: اس تعلق سے پہلی چیز یہ ہے کہ ہم ان تعلیمات و ہدایات کو ملحوظ رکھیں جنہیں فتنے کے رونما ہونے کے وقت اپنانے کی رہنمائی شریعت میں کی گئی ہے۔ دوسری بات انسان اپنے صلاح وتقویٰ پیدا کرے اور اللہ جل شانہ سے لو لگائے، توبہ وانابت اور گریہ وزاری کو اپنا وطیرہ بنائے اور ثابت قدمی کے لئے دعائیں مانگے۔

اس کے علاوہ درج ذیل امور کو اپنا کر ایک انسان اپنے آپ کو فتنوں سے بچا سکتا ہے۔

ا۔ کتاب الٰہی اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھامے رکھے:

ہر طرح کے مصائب اور فتنوں سے بچاؤ کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ یہی وہ دستور حیات ہیں جنہیں اپنا کر دین و دنیا ہر جگہ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور ہم تمام مصائب و مشکلات اور پریشانیوں سے بچ سکتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلق سے فتنہ کے شکار ہوئے تو میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس سے خلاصی کا راستہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ عزوجل کی کتاب، اس کا جو حصہ تمہارے اوپر واضح ہو جائے اس پر عمل کرو لیکن جو حصہ تمہارے اوپر مشتبہ ہو جائے تو اس کے جانکار کے سپرد کر دو''۔ (التاریخ الاوسط للبخاری، ص:۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۶۸۵/۸، مستدرک حاکم ۳۴۳/۳، اسے امام ذہبیؒ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس میں سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کیا ہے۔)

اس وجہ سے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنا لے، اس کی تلاوت کرے، اس کی آیتوں میں غور وفکر کرے اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہو تا کہ اس کے ایمان و ہدایت میں اضافہ ہو اور اس کے ایمان وایقان میں اضافہ ہو۔

۲۔ انسان صبر کا دامن تھامے رہے اور کسی معاملے میں رائے زنی میں عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لے:

وقوع فتنہ کے موقع پر انسان کو صبر کا دامن تھامے رہنا چاہئے کیونکہ فتنے انسان کے لئے ایک طرف جہاں ابتلا وآزمائش کے سامان ہیں تو دوسری طرف انسان کو گناہوں سے پاک صاف بھی کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ اللہ جل شانہ سچے اور جھوٹوں کے مابین امتیاز پیدا کرتا ہے۔ امام ابن قیم الجوزیۃ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''فتنہ میں مبتلا انسان کے لئے صبر سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے، اگر کوئی انسان صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لئے گناہوں کے لئے تریاق اور پاکی وصفائی کا ذریعہ ہوگا جیسا کہ بھٹی سونے اور چاندی کے فاسد حصہ کو ختم کرتی ہے۔ فتنہ دلوں کی بھٹی اور ایمان کی کسوٹی ہے، اس سے سچے اور جھوٹوں میں امتیاز ہوتا ہے۔ (اغاثۃ اللھفان ۱۶۲/۲)

۳۔ فتنوں کے وقت عبادتوں کی انجام دہی کو لازم پکڑیں: عبادتوں کی انجام دہی ہی میں فتنوں سے خلاصی اور نجات ہے۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ'' یعنی قتل وخوں ریزی کے زمانہ میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کے مانند ہے۔ (صحیح مسلم/۷۴۰۰)

انسان کو چاہئے کہ وہ فرائض کی انجام دہی پر خصوصی توجہ دے اور پھر نوافل کا اہتمام کرے جس سے فرائض میں ہونے والے خلل اور نقص کی بھرپائی ہو سکے، چنانچہ نفلی نمازیں پڑھے، نفلی روزے رکھے، نفلی حج اور عمرہ کا اہتمام کرے اور ادعیہ واذکار سے اپنی زبان کو تر رکھے جس میں انسان کو بہت زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی ہے حالانکہ ان چیزوں سے انسان بہت زیادہ اجر وثواب سے محظوظ ہوتا ہے، جو انسان فراخی اور خوشحالی میں دعاؤں کا اہتمام کرتا ہے، اللہ جل شانہ کے سامنے توبہ وگریہ وزاری کرتا ہے، روتا اور گڑگڑاتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی تلافی کرتا ہے تو اللہ جل شانہ ایسے انسان کو مشکل وقت میں تنہا نہیں چھوڑتا ہے بلکہ اس کی مدد ونصرت کرتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفُكَ فِي الشِّدَّةِ'' یعنی تم اسے خوشحالی میں یاد رکھو وہ تمہیں تکلیف کے وقت یاد رکھے گا۔ (مسند احمد/۲۸۰۳، مسند عبد بن حمید/۶۳۶، اسے امام حاکم نے مستدرک/۶۳۰۳ میں صحیح قرار دیا ہے۔)

۴۔ مسلم جماعت کا التزام اور حاکم وقت کی اطاعت: اگر فتنہ وفساد عام ہو جائیں قتل وغارت گری اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم

ہوتو ایسی سنگین حالت میں انسان کو چاہئے کہ وہ مسلم جماعت اور امامِ وقت کو لازم پکڑے جیسا کہ رازدار رسول حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا تذکرہ فرمایا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس سنگین موقع پر مجھے کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جماعت مسلمین اوران کے حاکم کو لازم پکڑو‘‘۔ (صحیح بخاری/۳۴۱۱، صحیح مسلم/۱۸۴۷)

مسلم حکمرانوں کے خلاف خروج و بغاوت ایسا فتنہ ہے جس کا تدارک بآسانی نہیں ہوسکتا ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’شاید حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنے والے لوگوں کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا ہے کہ جس چیز کا وہ ازالہ کرنے کے لئے علم بغاوت بلند کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ بڑا فتنہ وفساد حکام کے خلاف بغاوت میں ہے، اللہ جل شانہ نے ہر ظالم اور باغی کے خلاف کسی بھی طریقے سے قتال کا حکم نہیں دیا ہے اور بغاوت کرنے والوں سے فی الابتداء قتل کا حکم بھی نہیں دیا ہے بلکہ ارشاد فرمایا ہے: ’’وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ ‘‘(سورۃ الحجرات/۹)یعنی اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آمادہ جنگ ہوں تو ان دونوں میں صلح کرادو، اور اگر ان دو جماعتوں میں سے ایک اپنی سرکشی پر اڑی رہے تو اس سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک وہ فرمان الٰہی کی طرف رجوع نہ کرے جب وہ باغی جماعت فرمان الٰہی کی طرف رجوع کرے تو پھر باہم عدل وانصاف سے کام لو۔

اس آیت کریمہ میں باغیوں سے فی الابتداء قتل کرنے کا حکم نہیں دیا ہے تو بھلا حکمرانوں سے ابتداءً کیسے قتال کا حکم دے سکتا ہے؟ (مجموع الفتاویٰ ۴/۲۳۱-۲۳۲)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے اپنے امیر کی کوئی ناپسند چیز دیکھی تو اسے چاہے کہ صبر کرے اس لیے کہ جس نے جماعت سے ایک بالشت بھر جدائی اختیار کی اور اسی حال میں مرا تو وہ جاہلیت کی سی موت مرے گا۔ (صحیح بخاری/۷۰۵۴، صحیح مسلم/۱۸۴۹)

۵۔ **بکثرت دعا کا اہتمام**: دعا میں بڑی تاثیر ہوتی ہے اور دعا ہی وہ وسیلہ اور ذریعہ ہے جس سے ہم اللہ جل شانہ کے سامنے اپنی ضروریات اور حوائج رکھتے ہیں، چنانچہ ہمیں فتنوں سے نجات کے تعلق سے خصوصی دعائیں کرنی چاہئے، اس سلسلے میں ہمیں ماثور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے اور ان اوقات اور مقامات کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے جو قبولیت کے لئے موزوں تر ہیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ’’اس اثنا میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار بنونجار کے باغ میں تھے جبکہ ہم بھی آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک خچر بدکا، قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا، وہاں پانچ، چھ قبریں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟‘‘ ایک آدمی نے عرض کیا، میں: آپ نے فرمایا: ’’وہ کب فوت ہوئے تھے؟‘‘ اس نے کہا: حالت شرک میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اس امت کے لوگوں کو ان کی قبروں میں ابتلا وآزمائش سے دوچار کیا جائے گا، اگر ایسے نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ عذاب قبر تمہیں سنا دے جو میں سن رہا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کرتے ہوئے فرمایا: ’’جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔‘‘ انہوں نے عرض کیا: ہم عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔‘‘ انہوں نے کہا: ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔‘‘ انہوں نے کہا: ہم ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔‘‘ انہوں نے کہا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔‘‘ (صحیح مسلم/۲۸۶۷)

فتنہ سے عافیت کے لئے دعائیں بھی بکثرت کرنی چاہئے کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور رونے لگے اور فرمایا: ’’سَلُوا اللهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْعَافِيَةِ‘‘ یعنی اللہ سے معافی اور عافیت کا سوال کرو، کیونکہ کسی کو دولت ایمان نصیب ہو جانے کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔ (سنن ترمذی/۳۵۵۸، سنن ابن ماجہ/۳۸۴۹، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنوں سے بچاؤ کے لئے ہمیں فتنوں سے اللہ جل شانہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے کیونکہ اللہ جل شانہ جس انسان کو فتنہ سے بچالے وہی حقیقی معنیٰ میں سرخرو اور کامیاب ہے اور جس انسان کو اللہ جل شانہ کی معیت حاصل نہیں ہوگی تو وہ شخص فتنے کا شکار ہوکر اپنے ایمان وعقیدہ کا سودا کر بیٹھے گا اور ایسے شخص کے تعلق سے مطمئن نہیں ہوا جا سکتا ہے۔

۶۔ **شرعی علم کو فروغ دیا جائے**: کسی بھی سماج ومعاشرہ میں علمائے کرام اور طلاب علم کا وجود نعمت عظمی ہے کیونکہ یہ امت میں فروغ تعلیم کا فریضہ انجام دیتے ہیں جس سے فتنوں اور گمراہیوں کی پہچان ہوتی ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ جب ہم فتنوں کو پہچانیں گے تبھی ہم ان سے بچ سکتے ہیں ورنہ ہم فتنوں کے شکار ہوجائیں گے۔ فتنے کے زمانے میں علمائے کرام کی سخت ضرورت درکار ہوتی ہے کیونکہ علمائے کرام ہی عوام الناس کو سیدھی راہ کی رہنمائی کرتے ہیں، انہیں حق وباطل

کے مابین امتیاز سکھاتے ہیں، انہیں حق پر ثابت قدم رکھتے ہیں اور ان کے دل کو ڈھارس بندھاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے حق وہدایت دے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث کیا تو ہدایت ہی سے حق کی پہچان ہوسکتی ہے اور دین حق سے ہی خیر و بھلائی کی امید کی جاسکتی ہے،اس بناء پر کسی معاشرے میں علمائے کرام کا وجود فتنوں سے نجات کے اسباب میں سے ہیں کیونکہ یہ انبیائے کرام کے وارثین ہیں۔

یہ بات مشاہدے میں ہے کہ جس سماج ومعاشرے میں علمائے کرام ہوتے ہیں اور یہ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے بھی ہیں تو وہاں عوام الناس فتنوں کا شکار نہیں ہوتے لیکن جو معاشرہ علمائے عاملین وراسخین سے خالی ہوتا ہے، اس سماج ومعاشرہ میں فتنے بڑی آسانی سے پاؤں پسارتے ہیں۔

۷۔ فتنوں سے بچنا چاهئے اور فتنوں کی جگهوں سے دوری بناکر رکھنا چاهئے: فتنوں سے بچاؤ کا شریعت اسلامیہ نے ایک اہم فارمولا یہ دیا ہے کہ جب فتنے برپا ہوں تو ہم فتنوں سے دوری بنا کر رہیں اور بلاوجہ اس تعلق سے رائے زنی اور تبصرہ بازی کرنے سے گریز کریں۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ رائے زنی اور تبصرہ بازی کی بیماری خطرناک حد تک پھیل چکی ہے، عقل و خرد میں غیر پختہ لوگ امت کے بڑے بڑے مسائل میں رائے زنی کرتے نظر آتے ہیں، سیاسی مسائل پر تبصرہ زنی فرماتے ہیں جو کہ بہت بڑا المیہ اور موجودہ وقت کا اہم فتنہ ہے، اس کی مثالیں سوشل میڈیا پر دیکھی جاسکتی ہیں اور سیکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ایسے مسائل پر اپنے خیالات اظہار کرتے نظر آتے ہیں جو کہ ان سے سروکار نہیں ہوتے لیکن انہیں خود کو مفکر کہلانے کا شوق اس قدر ہے کہ ان کے سطحی سوچ وفکر میں جو باتیں آتی ہیں اسے لکھ ڈالتے ہیں حالانکہ یہ سبھی چیزیں زبان وقلم کا بیجا استعمال اور لایعنی کام کے زمرے میں آتے ہیں اور اس سے پرہیز کئے جانے کی ضرورت ہے۔

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم اللہ کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور رہا، نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور رہا، اور جو اس میں پھنس گیا پھر اس نے صبر کیا تو پھر اس کا کیا کہنا۔(سنن ابوداود/۴۲۶۳، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

سعادت مندی کی بات ہے کہ انسان فتنوں کے بارے میں سنے ہی نہیں اور اگر سن لے تو اس طرف چل کر نہ جائے اور فتنوں کا شکار نہ ہو جبکہ فتنہ ختم کرنے کی استطاعت اس میں موجود نہ ہو۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایسے وقت جو کوئی اس سے کوئی پناہ کی جگہ پالے اسے اس کی پناہ لے لینی چاہئیے۔(صحیح بخاری/۷۰۸۲)

۸۔ معاملات کے سلسلے میں احتیاط کا پهلو اختیار کرنا چاهئے اور مسائل کے تصفیه میں جلد بازی سے پرهیز کرنا چاهئے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَائَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ'' (سورۃ الحجرات/۶) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچادو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔

فتنوں کے موقع پر ہر سنی سنائی بات کی ترویج کرنا اور اس کو نقل وبیان میں عجلت اور جلد بازی کرنا بہت سارے مسائل ومشکلات کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، چنانچہ ان چیزوں سے بالکلیہ پرہیز کرنا چاہئے بلکہ علمائے کرام کو چاہئے کہ اس طرح کے مسائل میں اسلامی معاشرے کی رہنمائی کریں اور وہ مسائل کہ تہہ تک پہنچ کر کتاب وسنت کی روشنی میں ان کا حل پیش کریں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَإِذَا جَائَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ'' (سورۃ النساء/۸۳) یعنی جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کردیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

۹۔ امر بالمعروف اور نهی عن المنکر کا فریضه انجام دینا: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امت محمدیہ کا امتیازی خصوصیت ہے۔یہی اس مت کی سربلندی اور افضلیت کا سبب ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ'' (سورہ آل عمران/۱۱۰) یعنی اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امت محمدیہ پر فرض ہے۔اگر ہم اس فرض سے پہلو تہی برتتے ہیں تو کئی مصائب اور پریشانیوں کے شکار ہوجاتے ہیں۔حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم معروف (بھلائی) کا حکم دو اور منکر (برائی) سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے''۔(سنن ترمذی/۲۱۶۹، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

☆☆☆

اسعد اعظمی/جامعہ سلفیہ، بنارس

ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری رحمہ اللہ

ایک تعارف

سرزمین مبارکپور کی تعریف ومنقبت کے بارے میں کچھ عرض کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ یہ قصبہ ہندوستان کا بغداد وقرطبہ ہے۔ اس کی خاک سے اٹھنے والی درجنوں شخصیات آسمان علم وفن پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکیں اور ایک عالم کو منور کیا۔

سطور ذیل میں جس شخصیت کا تعارف مقصود ہے اس کا تعلق اسی سرزمین سے ہے۔

نام ونسب: رضاء اللہ بن محمد ادریس بن حکیم محمد شفیع بن حافظ عبدالرحیم بن شیخ حاجی بہادر۔ رحمہم اللہ اجمعین۔

آپ کے دادا مولانا حکیم محمد شفیع صاحب مشہور عالم ومحدث علامہ ابوالعلی محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی کے سگے بھائی تھے۔ مولانا مبارکپوری نے یکے بعد دیگرے کئی شادیاں کیں، مگر اولاد کی نعمت آپ کے حصے میں نہ آئی، آپ کے چھوٹے بھائی حکیم محمد شفیع صاحب کا انتقال ہوگیا تو ان کی بیوہ سے آپ نے شادی کرلی۔ حکیم صاحب کی اولاد میں چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی، ان سب کی تربیت علامہ مبارکپوری کے زیر سایہ ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے والد حاجی محمد ادریس صاحب حکیم محمد شفیع کے تیسرے صاحبزادے تھے، آپ کی اولاد میں (۱) عبدالقوی (۲) محمد تقی (۳) احمد اللہ (۴) رضاء اللہ (۵) میمونہ (۶) ضیاء اللہ ہیں۔ جن میں اول الذکر چار بھائی اس دار فانی کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

متذکرہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ڈاکٹر رضاء اللہ رحمہ اللہ علامہ محدث مبارکپوری کے بھائی کے پوتے ہیں نہ کہ خود ان کے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے بغیر کسی وضاحت کے ڈاکٹر صاحب کو صاحب تحفہ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کے پوتے کے طور پر ذکر کیا ہے، جس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح بعض حضرات شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی صاحب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح کو صاحب تحفہ کے خاندان کا فرد سمجھتے ہیں، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ ہاں شیخ الحدیث صاحب، صاحب تحفہ کے شاگرد اور ان کے تربیت یافتہ تھے۔ رحمہما اللہ۔

ولادت، نشوونما اور تعلیم: آپ کی تعلیمی اسناد میں سن ولادت ۳۰/دسمبر ۱۹۵۴ء مندرج ہے، لیکن اندازہ ہے کہ یہ اصل تاریخ سے دو سال آگے ہے۔ یعنی آپ کا سن پیدائش ۱۹۵۲ء مطابق ۱۳۷۲ھ ہے۔

آپ نے پرائمری تک کی تعلیم مدرسہ عربیہ دارالتعلیم مبارکپور میں حاصل کی، واضح رہے کہ یہ مدرسہ علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری کا قائم کردہ ہے۔ پرائمری کی تکمیل کے بعد اپنے بڑے تایا حکیم مولانا عبدالسمیع بن حکیم محمد شفیع کے پاس اردو اور فارسی کی کچھ کتابیں پڑھیں، ساتھ ہی نقل واملا کی مشق بھی کرتے رہے۔

بعد ازاں عربی تعلیم کے لیے جامعہ رحمانیہ بنارس میں داخل ہوئے، اور چار سال پڑھ کر ''مولوی'' کا مرحلہ مکمل کیا۔ رحمانیہ کے اساتذہ میں مولانا عبدالسلام طیبی، مولانا عبدالسلام گونڈوی، مولانا عزیز احمد ندوی، مولانا قرۃ العین املوی، ماسٹر عبدالحمید اور ماسٹر فیروز الدین وغیرہ ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت جامعہ رحمانیہ کا عربی شعبہ رحمانیہ کی قدیم عمارت، جو مدن پورہ روڈ کے قریب ہے، میں چلتا تھا۔ بعد میں رحمانیہ کا عربی شعبہ جامعہ سلفیہ منتقل ہوا۔

حسب دستور ڈاکٹر صاحب نے رحمانیہ سے مولوی کی تکمیل کے بعد جامعہ سلفیہ کے مرحلہ عالمیت میں داخلہ لیا۔ اس وقت جامعہ سلفیہ میں عالمیت کا کورس چار سالہ تھا جو گھٹتے گھٹتے اس وقت صرف دو سالہ رہ گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۴ء یہاں تعلیم حاصل کی۔ یہاں کے اساتذہ میں مولانا ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی، مولانا عبدالوحید رحمانی (شیخ الجامعہ) مولانا ادریس آزاد رحمانی، مولانا شمس الحق سلفی، مولانا محمد عابد رحمانی، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، مولانا محمد رئیس ندوی، مولانا عبدالسلام مدنی، ماسٹر شمس الدین وغیرہم ہیں۔ رحمہم اللہ۔

عالمیت مکمل کرنے کے بعد آپ فضیلت میں داخل ہوئے۔ ان ہی دنوں علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی جامعہ سلفیہ تشریف لائے۔ ہلالی صاحب علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کے یہاں قیام کرکے ان سے کسب فیض کرچکے تھے، اپنی تقریروں اور تحریروں میں برابر آپ اپنے استاد محدث مبارکپوری کے اخلاق، علم وفضل اور الطاف وعنایات کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ جامعہ میں اپنے استاد کے خانوادے کے ایک طالب علم کو دیکھا اور ان کے طلب علم کی جدوجہد ملاحظہ فرمائی تو انھیں اپنے وطن مراکش آنے کی دعوت دی، آپ کی دعوت پر ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب دریائے علم سے

سیرابی کے لیے مراکش تشریف لے گئے اور ڈیڑھ برس تک آپ سے استفادہ کرتے رہے۔ اس طرح اسلامی علوم وفنون کے ساتھ عربی زبان وادب پر بھی ایک حد تک آپ کو عبور ہو گیا۔

مراکش میں قیام کے دوران ہی مدینہ یونیورسٹی میں آپ کا داخلہ منظور ہو گیا۔ آپ نے مدینہ پہنچ کر کلیۃ الحدیث میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں بی اے کی سند سے سرفراز ہوئے۔ پھر یہیں سے شعبہ عقیدہ سے ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں ایم اے اور ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ تمام تعلیمی مرحلوں میں آپ ہمیشہ امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے۔

میدان عمل میں: اس طویل تعلیمی مرحلہ کی تکمیل کے بعد متعدد مشہور اداروں کی طرف سے تدریس وتعلیم کے لیے آپ کو دعوت دی گئی۔ آپ نے اپنی مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس کو ترجیح دیا۔ اور اسی ادارہ سے مربوط ہو گئے اور حیات مستعار کے پورے ایام اسی جامعہ کے زیر سایہ گزارا۔ آپ نے متعدد شادیاں کیں، مگر اولاد کی نعمت آپ کے حصے میں بھی نہ آئی۔

آپ نے میدان عمل میں قدم رکھا تو اپنی پوری توانائی اس میں صرف کردی۔ درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، تقریر وخطابت، تصنیف وتالیف، ترجمہ وتحقیق، مضمون نگاری......الغرض کوئی دعوتی وعلمی گوشہ ایسا نہ تھا جس میں آپ کی موجودگی نہ ہوتی۔ آپ نے اللہ کی توفیق پھر اپنی ذہانت وصلاحیت کی وجہ سے کم وقت میں ڈھیر سارے کام انجام دیے۔ صرف ۱۲-۱۳/برس کی مدت میں آپ نے جو گونا گوں خدمات انجام دی ہیں وہ آپ کی غیر معمولی صلاحیت اور جہد مسلسل کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کی دعوتی وعلمی سرگرمیوں کا تعارف سطور ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

دعوت وتبلیغ: علم عمل کا بھی متقاضی ہے اور نشر واشاعت کا بھی۔ علم شرعی سے ایک مسلمان آراستہ ہو جاتا ہے تو اس کے تقاضوں پر عمل بھی کرتا ہے اور دوسروں کو ان کی طرف بلاتا اور متوجہ کرتا ہے۔ دعوت وتبلیغ صرف جلسوں، کانفرنسوں اور لچھے دار تقریروں کا نام نہیں جسے کچھ اشخاص پیشہ بنا کر عامۃ الناس کا استحصال کریں، جن کے اعمال ان کے اقوال کی تکذیب کرتے ہوں اور "طبيب يداوي الناس وهو عليل" کی چلتی پھرتی مثال ہوں۔ جلسوں اور بعض پیشہ ور مقررین کی جو صورت حال بنتی جارہی ہے وہ بے حد تشویش ناک ہے۔ اس کے تدارک کی ذمہ داری عوام وخواص سب پر ہے۔

ڈاکٹر صاحب کبھی کبھار جلسوں میں بھی جاتے تھے اور تقریریں کرتے تھے۔ لیکن آپ کا دعوتی عمل یہیں تک محدود نہ ہوتا تھا۔ بلکہ آپ معاشرے اور عوام کی ضرورتوں اور حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے خطبہ، تقریر، درس، کتاب، کتابچہ، مضمون، شخصی ملاقات اور دیگر وسائل کو بروئے کار لاتے تھے۔ جمعہ کے خطبے بڑی پابندی سے دیتے تھے۔ بنارس میں ہوتے تو جامعہ کی مسجد میں اور قرب وجوار کی مساجد میں آپ کے خطبے ہوتے۔

مساجد کے دروس کا عوام کی ذہن سازی اور تربیت میں بہت اہم رول ہوتا ہے، ہمارے اسلاف اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ جامعہ کے دکھن جانب محلّہ اشفاق نگر کی اہل حدیث مسجد میں ہر اتوار کو بعد نماز مغرب آپ درس دیتے تھے۔ درس کے بعد سوال وجواب کا بھی حاضرین کو موقع دیتے۔ بسا اوقات درس کے بعد حاضرین میں کتابیں یا دینی موضوعات پر مشتمل کیسٹیں تقسیم کرتے۔ آپ نے ان دروس میں ریاض الصالحین، اربعین نوویہ، سیرت ابن ہشام، مذکرۃ الحدیث النبوی وغیرہ کے منتخب ابواب واجزاء سامعین کے سامنے پیش کیے۔ حاضرین بڑی دلچسپی سے درس میں حصہ لیتے اور اس دن کا انتظار کرتے۔

بنارس میں ہر سال عازمین حج کے لیے جو تربیتی پروگرام کا اہتمام ہوتا اس میں آپ بھر پور حصہ لیتے۔ منتظمین کا بھی تعاون کرتے اور پروگرام میں شریک ہو کر عازمین حج سے خطاب کرتے اور ان کی رہنمائی فرماتے۔

رمضان ۱۴۲۳ھ میں جامعہ سلفیہ میں ایک ہفت روزہ تربیتی پروگرام کا انعقاد ہوا جس میں عامۃ الناس اور نسبتاً کم پڑھے لکھے لوگ شریک تھے۔ ڈاکٹر صاحب اس پروگرام کے منتظم اعلیٰ تھے۔ دروس وغیرہ سے لے کر جملہ انتظامات میں آپ براہ راست حصہ لیتے۔ الحمدللہ یہ ایک انتہائی کامیاب پروگرام ثابت ہوا۔

آپ سعودی فارغین ہندونیپال کی تنظیم کے صدر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب صدر تھے۔ ان دونوں تنظیموں کے پلیٹ فارم سے بھی آپ دعوت وتبلیغ کے کاموں کو منظم کرنے اور فعال بنانے کی حتی المقدور کوشش کرتے۔ اس کے لیے میٹنگوں میں شرکت کرتے اور حسب ضرورت دورے کرتے۔

لسانی اور تقریری ذریعہ سے دعوت کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ آپ قلم وقرطاس کے ذریعے بھی برابر اس فریضہ کی انجام دہی میں لگے رہتے۔ موقع محل اور عوام ومعاشرے کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ مختلف جرائد ومجلّات میں عربی واردو ہر دو زبان میں لکھتے، مضمون نگاری کے علاوہ تصنیف وترجمہ کا میدان بھی آپ کی توجہ کا مرکز رہا۔ اردو سے عربی اور عربی سے اردو دونوں طرح کے ترجموں پر آپ کو قدرت حاصل تھی۔ آپ کی علمی وتصنیفی خدمات کا تذکرہ آگے آئے گا۔ یہاں اس امر کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دعوتی موضوعات میں ایک خاص موضوع "دفاع عن السنة" تھا۔ کتاب وسنت، حدیث ومحدثین، سلف امت اور منہج حق کو اگر نشانہ بنایا جاتا تو آپ کی غیور طبیعت حق کی حمایت اور دفاع کے لیے بے قرار ہو

اٹھتی اور جدل ومناظرہ سے عدم رغبت کے باوجود دجل وفریب کا پردہ چاک کرنے اور حقائق کے اظہار کے لیے آپ کا اشہب قلم دوڑنے لگتا۔ اس نوعیت کی تحریروں میں آپ نے یہ وضاحت فرمادی ہے کہ ایسا دفاعی قدم مجبور ہوکر اٹھانا پڑا ہے۔

علمی خدمات: دعوتی خدمات کی طرح آپ کی علمی خدمات میں بھی کافی تنوع ہے، مثلاً تحقیق، تالیف، ترجمہ، تعریب۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل ملاحظہ ہو:

تحقیق: آپ نے درج ذیل کتابوں کی تحقیق فرمائی:

(۱) الرد علی من یقول: القرآن مخلوق. ابوبکر ابن النجاد (متوفی ۳۴۸ھ) کی تصنیف ہے۔ جامعہ اسلامیہ میں بی اے کے مرحلے میں ڈاکٹر صاحب نے اس کی تحقیق کی۔ یہ کتاب ایک جلد میں کویت سے شائع ہوئی ہے۔

(۲) کتاب العظمة. یہ عقیدہ کے موضوع پر ابوالشیخ اصفہانی (متوفی ۳۶۹ھ) کی کتاب ہے۔ اس کتاب کی تحقیق وتخریج پر آپ کو جامعہ اسلامیہ سے ماجستیر (ایم.اے) کی ڈگری تفویض کی گئی۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

(۳) السنن الواردة في الفتن وأشراط الساعة. مشہور عالم ابو عمرو الدانی (متوفی ۴۴۴ھ) کی تالیف ہے۔ اسی کتاب کی تحقیق وتخریج آپ کے پی. ایچ.ڈی کے رسالہ کا موضوع تھا۔ یہ کتاب ریاض سے ۳/جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

(۴) کتاب الأهوال. ابن ابی الدنیا کی کتاب ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کے ساتھ الدار السلفیہ ممبئی سے شائع ہوئی ہے۔

تالیف: مذکورہ بالا تحقیقات کے بعد آپ نے اردو زبان میں تصنیف وتالیف کا عمل شروع کیا۔ آپ کی اردو تالیفات درج ذیل ہیں:

۱-عقیدۂ آخرت
۲-قیامت کی ہولناکیاں
۳-عبداللہ بن سبا: عقائد ونظریات کے آئینے میں
۴-سلفیت کا تعارف اور اس سے متعلق بعض شبہات کا ازالہ یہ تمام کتابیں ڈاکٹر صاحب کی حیات میں طبع ہوکر منظر عام پر آچکی تھیں۔

ترجمہ: درج ذیل عربی کتب کو آپ نے اردو کا جامہ پہنایا:

۱- تنبيهات على أحكام تختص بالمؤمنات. تالیف: ڈاکٹر صالح الفوزان۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ ''عورتوں کے مخصوص مسائل'' کے نام سے ریاض سے شائع ہوکر بڑی تعداد میں مفت تقسیم ہوا۔

۲- خوض الانتخابات للدخول في البرلمانات في الحكومات المعاصرة. تالیف: شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق۔

''موجودہ حکومتوں کے پارلیمانی انتخاب میں حصہ'' کے نام سے اس کتاب کا اردو ترجمہ آپ کے قلم سے شائع ہوا۔

۳- حدیث نبوی کی ڈائری: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی درخواست پر (۲۵۰) حدیثوں کا انتخاب اور اردو ترجمہ ہے۔

تعریب: موصوف نے درج ذیل اردو کتب کو عربی زبان میں منتقل فرمایا:

۱- کتاب الجنائز۔ از علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری صاحب تحفة الأحوذي۔ اس کتاب کی تعریب کے ساتھ اس پر آپ کے مفید حواشی بھی ہیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے یہ کتاب شائع کی ہے۔

۲- محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریے۔ از مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب فیضی۔

اس کتاب کا عربی ترجمہ بنام "وجهتان متضادتان في الشيخ محمد بن عبد الوهاب" آپ کے قلم سے پہلے مجلّہ صوت الامۃ میں بالاقساط شائع ہوا۔ پھر جامعہ سلفیہ سے کتابی شکل میں طبع ہوا۔

تصنیفی منصوبے:

قلم وقرطاس سے جڑے رہنے والے شخص کے سامنے علمی کاموں اور موضوعات کی ایک فہرست ہوتی ہے اگر چہ ذہنی ہی کیوں نہ ہو جن پر توجہ اور محنت صرف کرنے کا وہ منصوبہ بنائے رہتا ہے اور موقع ملنے پر اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ڈاکٹر رضاء اللہ رحمہ اللہ کے پیش نظر بھی متعدد موضوعات اور علمی منصوبے تھے جن کی تکمیل کے لیے وہ فکرمند رہتے تھے۔ ارباب فکر ونظر بھی آپ کی علمی وفنی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کے سامنے اس طرح کے منصوبے پیش کرتے تھے اور ان پر کام کی درخواست کرتے تھے۔

اسی نوعیت کے منصوبوں میں سے ایک منصوبہ مرعاة المفاتيح للشيخ عبيد الله مباركپوری کی تلخیص اور اردو ترجمہ کا تھا۔ اس کا تذکرہ مولانا زبیر احمد عبدالمعبود مدنی صاحب نے کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات سے ماہ ڈیڑھ ماہ قبل کی اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

''اس موقع پر ڈاکٹر صاحب نے مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح کی تلخیص مع اردو ترجمہ وراجح مسلک بیان کرنے کا عزم ظاہر کیا تھا اور کام کے منہج پر میری گفتگو کو ڈاکٹر صاحب نے از حد پسند کیا اور اپنے مخصوص لہجے میں مسکرا کر کہا کہ اگر زبیر تم تعاون کرنے کا وعدہ کرو تو میں ضرور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کروں گا جو طلبہ کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ ان شاءاللہ۔''

(محدث بنارس: جون تا دسمبر ۲۰۰۳ء، ص: ۱۹۴)

دیگر تحریری پروگراموں اور منصوبوں پر شیخ عارف جاوید محمدی صاحب کی درج ذیل تحریر اور اس میں مندرج ڈاکٹر صاحب کے خط سے روشنی ملتی ہے؛ شیخ محمدی لکھتے ہیں:

''اسی طرح جب میں نے ان سے درخواست کی کہ تحفة الأحوذي کی تلخیص کر دیجیے تو انہوں نے ۱۹۹۶/۱۰/۲۷ء کے مکتوب میں رقم فرمایا:''آپ کا ارشاد مجھے اچھی طرح یاد ہے اور مجھے خود اس کی اہمیت کا اندازہ ہے لیکن حالات و مشغولیات کچھ ایسے ہیں جن کی وجہ سے میں خواہش کے باوجود ابھی تک کام شروع نہیں کر سکا۔ عزم ہے بس توفیق الٰہی کی ضرورت ہے۔ اس کام کے لیے یکسوئی چاہیے وہ متوفر نہیں ہے، اسی طرح أبكار المنن کی تکمیل کی طرف بھی بعض مشائخ نے توجہ دلائی تھی، اس کا مسئلہ بھی وہی ہے۔ ادھر متعدد کام ادھورے پڑے ہیں ان کی تکمیل نہیں ہو پا رہی۔ کتاب الجنائز مولانا مبارکپوری کی تعریب مکمل ہوگئی ہے۔ اس میں کچھ کام رہ گئے ہیں۔ اسی طرح مولانا مبارکپوری کے کچھ فتاوے دستیاب ہوئے تھے، ان کو نسخ کر لیا ہے، کچھ لوگوں کا مشورہ تھا کہ فتاوی نذیریہ میں مولانا کے فتاوی نکال کر اور یہ دستیاب فتاوے یکجا کر کے کتابی شکل دے دی جائے۔ دو جلدوں سے فتاوی چھانٹ لیے گئے ہیں، ایک جلد کے فتاوی باقی ہیں ان کی ترتیب نہیں ہو پا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں یہ سارے کام مکمل ہو جائیں۔ الخ'' (ایضاً، ص:۱۱۶)

<u>مقالات و مضامین:</u> تصنیف و تحقیق اور ترجمہ و تعریب کے متنوع عمل کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ عربی اور اردو ہر دو زبان میں حساس اور قابل توجہ مسائل و موضوعات پر جرائد و مجلّات میں مقالات و مضامین بھی تحریر فرماتے رہے۔ آپ کے عربی مضامین جامعہ سلفیہ سے شائع ہونے والے عربی مجلّہ "صوت الأمة" میں اور سعودی فارغین کی تنظیم کی طرف سے شائع ہونے والے مجلّہ "صوت الخريجين" وغیرہ میں منظر عام پر آئے۔ اردو تحریریں جامعہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ محدث، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ''ترجمان'' اور دہلی ہی سے شائع ہونے والے مجلّہ اشاعت السنۃ وغیرہ میں طبع ہو کر قارئین کو استفادہ کا موقع بہم پہنچاتیں۔

آپ کی علمی خدمات کا یہ گوشہ بھی دیگر گوشوں کی طرح ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے مقالات و مضامین میں کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے وزن ہے۔ صرف مجلّہ صوت الامۃ کے ستر (۷۰) شماروں میں (۱۹۹۱ تا ۲۰۰۳) آپ کے گہربار قلم سے شائع ہونے والی تحریریں تقریباً چھ سو (۶۰۰) صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اسی طرح ماہنامہ محدث میں شائع ہونے والی آپ کی تحریروں کے مجموعی صفحات تقریباً ساڑھے پانچ سو (۵۵۰) ہیں۔ ترجمان، اشاعت السنۃ اور دیگر مجلّات و جرائد کے مضامین کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو مجموعی صفحات ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) سے متجاوز ہوں گے۔

آپ کی انشا پردازی میں ایک طرف زبان کا تنوع ہے تو دوسری طرف موضوعات کے اعتبار سے بھی شمول اور رنگا رنگی ہے۔ عقیدہ، احکام و مسائل، تاریخ، سوانح، دفاع عن السنۃ، تبصرہ و تجزیہ، نقد و جرح، رپورٹنگ جیسے نوع بنوع موضوعات پر آپ نے خامہ فرسائی فرمائی۔ آپ کے اردو مضامین کے چند عناوین ملاحظہ ہوں: ☆ فتنے اور اس کی سرزمین احادیث کی روشنی میں ☆ ابن سبا: حقیقت یا فسانہ ☆ صدام حسین کی بربریت بین الاقوامی ادارہ ایمنسٹی کی نظر میں ☆ ذرائع ابلاغ میں صحافت کی اہمیت ☆ مرحوم ریاست ''اراکان'' اور روہنگیا مسلمان ☆ مدارس اسلامیہ میں عقیدہ سلف کی تدریس: اہمیت اور جائزہ ☆ محدث عبدالحق و میاں محدث دہلوی دو انصاف پسند، اہل علم کی نظر میں-الخ۔

آپ کے متعدد مضامین کئی کئی قسطوں میں چھپے۔ اردو کا سب سے طویل مقالہ ''سلفیت کا تعارف...'' (۳۳) قسطوں میں شائع ہوا، جسے بعد میں آپ نے کتابی شکل میں بھی طبع کروایا۔ ''عبداللہ بن سبا'' پر مضمون چار قسطوں میں، محدث ابوالشیخ اصفہانی پر چار قسطوں میں، یوم آخرت پر دو قسطوں میں۔ اسی طرح ایک قسط میں شائع ہونے والے بعض مضامین بھی بڑے جامع اور طویل ہیں۔ مثلاً: ''مدارس اسلامیہ میں عقیدہ سلف کی تدریس...'' (۲۳) صفحات کو محیط ہے۔ علامہ ابن باز پر ایک مضمون (۲۲) صفحات میں ہے۔ بعث و نشور پر (۱۴) صفحات میں، صحافت پر (۱۲) صفحات میں۔ اسی طرح بعض بعض رپورٹیں ۱۴-۱۵/صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

آپ کے عربی مقالات کی فہرست پر نظر ڈالنے سے بھی موضوعات کے تنوع اور مسائل کے احاطہ کا اندازہ لگتا ہے۔ ایمان و عقائد کے موضوعات کی تشریح و ترجمانی، باطل نظریات کی تردید، فکری انحرافات کا جائزہ، دفاع عن السنۃ... ان تمام موضوعات کے علاوہ پروگراموں کی رپورٹیں، کتب و مجلّات پر تبصرے، حساس اور تازہ موضوعات پر بروقت خامہ فرسائی، تذکرہ و سوانح وغیرہ ان تمام مختلف النوع موضوعات کو آپ کی تحریر و تحقیق کا وافر حصہ ملا۔ اردو کی طرح عربی میں بھی آپ کے متعدد مقالات طویل اور قسط وار ہیں۔ "بئس ما فعل.... أخو العشيرة" کے عنوان سے ایک مضمون (۱۵) قسطوں میں ہے۔ "وجهتان متضادتان في الشيخ محمد بن عبد الوهاب" پر اردو کے رسالہ کا عربی ترجمہ (۹) قسطوں میں، "أثر خريجي الجامعات السعودية في بلدانهم" پر مضمون (۵) قسطوں میں، "صفحة بيضاء ناصعة من التاريخ الإسلامي" (۳) قسطوں میں، الخ۔

آپ کی عربی تحریروں کا ایک بڑا حصہ تعریب پر بھی مشتمل ہے۔ آپ نے ضرورتوں اور تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اردو کے متعدد مضامین بلکہ رسائل تک کو

عربی میں منتقل فرمایا۔ قابل ذکر یہ کہ ان معرب مضامین میں ایک مضمون ہندوستان کے مشہور صحافی کلدیپ نیر کا بھی ہے جسے آپ نے "مغالطة إطلاق الوطنية على الهندوسية المعاصرة" کے عنوان سے عربی کا جامہ پہنایا ہے۔ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کے بعض مضامین کا بھی آپ نے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے اردو اور عربی کے جو طویل مضامین کتابی شکل میں مرتب ہو کر شائع نہیں ہوئے ہیں ان کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آپ کی تحریریں بڑی مدلل ومبرھن اور جچی تلی ہوا کرتی ہیں اور تحقیق وتنقیح کے مراحل سے گذر کر منظر عام پر آئی ہیں۔ ان تحریروں کی از سر نو کتابی شکل میں اشاعت آپ کے لیے بہترین خراج عقیدت ہوگی اور ان کے صدقہ جاریہ کا امتداد بھی۔ خوشی کی بات ہے کہ محترم حافظ شکیل میرٹھی -حفظہ اللہ وجزاہ خیرا- نے مجلّہ اشاعت السنۃ میں طبع شدہ آپ کے مقالات یکجا کر کے ''مضامین مبارکپوری'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا ہے ،امید کہ اور لوگوں کے لیے یہ چیز محرک ثابت ہوگی اور یہ سلسلہ آگے بڑھے گا۔

درس وتدریس: ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ میں اپنے کام کا آغاز تدریس ہی سے کیا تھا اور تادم حیات نظامی اور غیر نظامی دونوں طرح کی تدریس سے مربوط رہے۔ جامعہ میں آپ کے زیر درس جو کتابیں رہیں ان میں تفسیر بیضاوی، صحیح بخاری، صحیح مسلم، مقدمہ ابن خلدون، تاریخ الامت، مختارات حصہ دوم، سبعہ معلقہ، معلم الانشاء وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں نے آپ کی تدریس کے جو معمولات وتفصیلات بیان کی ہیں ان سے بخوبی اندازہ لگتا ہے کہ آپ پورے اخلاص، دیانت داری اور بھرپور تیاری کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دیتے تھے۔ طلبہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا اور انہیں نکھارنا آپ کے پیش نظر ہوتا۔ طلبہ پر دھونس جمانے اور اپنی علمیت کا سکہ جمانے کا تصور بھی آپ کے تعلق سے محال ہے۔ آپ اپنے زیر درس کتابوں کو کس محنت اور توجہ سے پڑھاتے تھے اس کا اندازہ مجھے اس وقت لگا جب میں جامعہ اثریہ دارالحدیث میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ تفسیر بیضاوی کی تدریس بھی میرے ذمہ تھی۔ عام مدارس میں پڑھنے پڑھانے والوں میں اس کتاب کے مباحث کی پیچیدگی اور صعوبت کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ نصاب میں داخل دیگر کتب تفسیر کے مقابلے میں یہ کتاب قدرے مغلق ہے جو مدرس اور طالب علم دونوں سے زائد محنت کا تقاضا کرتی ہے۔ بہرحال اس کتاب کی مقدار خواندگی عموماً بڑی شرمناک حد تک کم رہتی ہے۔ میں کوشش کر کے اس مقدار میں سال بہ سال اضافہ کرتا رہا، اور بزعم خویش یہ سمجھتا رہا کہ یہ ایک مثالی مقدار ہوگی، ڈاکٹر صاحب بھی ان دنوں جامعہ سلفیہ میں بیضاوی پڑھاتے تھے۔ جب میں نے آپ کی تدریسی مقدار کے بارے میں معلوم کیا تو اندازہ لگا کہ تمام تر کوشش کے باوجود میں ابھی کافی پیچھے ہوں۔

ڈاکٹر صاحب طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت پر پوری توجہ دیتے۔ افسوس کہ مدارس میں تربیت کا نظام تعلیمی نظام ہی کی طرح بڑا ہی ناگفتہ بہ ہے اور مدرسین ومنتظمین دونوں کی بے توجہی کا شکار ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ ڈاکٹر صاحب نے کبھی معیار سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ اور نہ کبھی تدریس کو ایک مشینی یا روٹینی عمل کی طرح انجام دینے پر اکتفا کیا۔ ایک ماہر اور کامیاب مدرس اور مربی کے جو اوصاف وامتیازات ہوتے ہیں ان سے آپ پورے طور پر متصف تھے۔ وفات سے تقریباً دو سال قبل آپ شیخ الجامعہ کے منصب پر فائز کیے گئے تو آپ کی توجہ اور فکرمندی افزوں ہوگئی۔ اس فکرمندی اور بے قراری میں بسا اوقات آپ رات رات بھر سو نہیں پاتے تھے۔ آپ کی غیر معمولی توجہ اور محنت سے جامعہ کے پورے ماحول میں تبدیلی محسوس کی جا رہی تھی۔

میں فروری ۲۰۰۳ء کے اواخر میں جامعہ سلفیہ سے منسلک ہوا تھا۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب کے زیر درس چار گھنٹیاں تھیں، مختارات ج ۲، سبعہ معلقہ ومعلم الانشاء کی ایک گھنٹی جو عالمیت سال دوم میں تھی، اس میں دو سیکشن تھے۔ (ان دنوں جامعہ میں عالمیت کا کورس تین سال کا اور فضیلت کا دو سال کا تھا، اب اس کے برعکس ہے) اس کے علاوہ صحیح مسلم ج ا فضیلت سال اول میں اور صحیح بخاری ج ۲ فضیلت سال دوم میں آپ کے زیر درس تھی۔ میرے جامعہ پہنچنے پر محترم ناظم صاحب کے مشورے سے آپ نے مختارات، معلقات وانشاء والی گھنٹی میرے حوالے کر دی۔ اس وقت سے اب تک بعض دوسری کتابوں کے ساتھ یہ کتابیں میرے ذمہ ہیں۔

اسفار: ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے تعلیم، بحث وتحقیق اور دعوت وارشاد کے سلسلے سے متعدد ممالک کا سفر کیا، ان میں مغرب عربی (مراکش) سعودی عرب، ترکی، شام، اردن، کویت، عرب امارات، لندن اور امریکہ شامل ہیں۔

مغرب میں آپ نے علامہ ہلالی کا شاگرد بن کر تقریباً ڈیڑھ سال گزارا۔

مدینہ منورہ میں تعلیمی سلسلہ جاری رکھتے ہوئے آپ نے لگ بھگ پندرہ سال کا عرصہ گزارا۔ جامعہ سلفیہ میں تقرری کے بعد بھی متعدد بار تعلیمی ودعوتی سلسلے میں سعودی عرب کا سفر کیا۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ میں ایم.اے کے مرحلے میں کتاب العظمة کی تحقیق آپ کا موضوع تھا، اس کتاب کے مخطوطوں اور قدیم نسخوں کے حصول کے لیے آپ نے دو مرتبہ ترکی، شام اور اردن کا سفر کیا۔ جامعہ سلفیہ میں قیام کے دوران متعدد بار کویت کا سفر کیا۔ ان میں سے بعض اسفار جامعہ کے مندوب کی حیثیت سے تھے، بعض دعوتی وتعلیمی نوعیت کے۔

جامعہ کے مندوب ہی کی حیثیت سے امارات کا بھی سفر کیا۔

لندن کا ایک بار دعوتی سفر کیا۔

جمعیت احیاء التراث الاسلامی کویت کے مکلّف نمائندے کی حیثیت سے دو

مرتبہ امریکہ کا دعوتی سفر کیا۔

کویت کے سفروں میں وہاں آپ کے دروس کا اہتمام ہوتا۔ان میں سے کچھ دروس عربی زبان میں عرب سامعین کے لیے بھی ہوتے۔عرب نوجوان ڈاکٹر صاحب کے دروس میں بڑی دلچسپی لیتے اور زیادہ سے زیادہ مجالس کے انعقاد کی درخواست کرتے۔مگر ڈاکٹر صاحب متواضع انسان تھے، آپ یہ کہہ کر کہ میں خود طالب علم ہوں معذرت کر لیتے۔ان دروس میں سوال وجواب کا مفید سلسلہ بھی چلتا۔

ہندوستان کے بیشتر صوبوں اور شہروں کا آپ نے دعوتی دورہ کیا۔سیمیناروں، کانفرنسوں اور دینی جلسوں میں آپ کو باصرار مدعو کیا جاتا۔آپ اپنی علمی وتدریسی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر بعض پروگراموں میں شریک ہوتے۔

سیرت وکردار: ڈاکٹر صاحب ایک عالم باعمل تھے۔خلق عظیم کا پیکر تھے۔ زہدوتقویٰ، تواضع وانکساری، تعاون وہمدردی، بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت، الغرض جملہ اخلاق حمیدہ سے متصف تھے۔مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔اپنی تمام تر ذمہ داریوں اور مصروفیتوں کے باوجود ادنیٰ تعلق والے مہمان کو بھی اپنے دسترخوان پر لا بٹھاتے اور اس کی خوب تکریم کرتے۔علم میں کمال، عوام وخواص میں مقبولیت اور متعدد اعلیٰ مناصب سے سرفرازی کے باوجود آپ نے ہمیشہ گمنامی کو ترجیح دی اور شہرت طلبی اور تعلّی کا ادنیٰ سا شائبہ بھی آپ کے یہاں نہیں پایا گیا۔غریب اور نادار طلبہ کا پتہ لگا کر خاموشی سے ان کی مدد کرتے، بیماری کی صورت میں دوائیں منگا کر دیتے۔جامعہ کے مندوب کی حیثیت سے خلیجی ممالک کا سفر کرتے تو اپنے لیے کوئی ہدیہ قبول نہ کرتے۔اصرار کی صورت میں اسے لے کر جامعہ کے حوالے کر دیتے۔

جامعہ کے اساتذہ اور دوسرے رفقاء کے ساتھ اگر کبھی بے تکلفی یا شفقت میں کوئی ایسی بات منہ سے نکل جاتی جس میں دل آزاری یا تکلیف کا شبہہ ہوتا تو متعلقہ شخص سے باصرار معافی مانگتے اور بسا اوقات رو پڑتے۔

میں جب بھی کسی ضرورت سے بنارس آتا اور جامعہ میں ٹھہرتا ملاقات ہوتے ہی فورا مدعو کرتے۔یہاں تک کہ مجھے خود تکلف ہونے لگا۔ایسا بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ سے ملاقات کیے بغیر چلا جاؤں، کیوں کہ یہ بھی ایک طرح کی بے ادبی تھی۔ چنانچہ بعض مرتبہ میں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ واپسی سے کچھ پہلے آپ سے ملاقات کی تاکہ آپ کی دعوت کو ٹالنے کے لیے وقت کی مجبوری کا عذر پیش کر سکوں۔مگر آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور خبر دی کہ مجھے تمہارے آنے کے بارے میں معلوم ہوا تھا اور میں نے تلاش بھی کیا مگر وقت پر مل نہ سکے۔

جب میں جامعہ سلفیہ میں تدریس کے لیے آیا تو میری آمد کے ہفتہ عشرہ کے بعد ہی آپ دہلی کے ایک سفر پر گئے، دہلی میں تشریف فرما مولانا عبداللہ صاحب مدنی جھنڈانگری نے میرے نام ایک دعوت نامہ آپ کے بدست ارسال فرمایا۔جس دن آپ جامعہ واپس آئے اسی دن عصر کی نماز کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے میری آپ سے ملاقات ہوئی۔دارالضیافہ کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے آپ نے سفر کی کچھ تفصیلات بتائیں، پھر آپ پہلی منزل پر اپنے فلیٹ میں چلے گئے اور میں دوسری منزل پر واقع اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔تھوڑا سا وقت گذرا ہوگا کہ مجھے دروازے پر دستک سنائی دی۔دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب ہاتھ میں ایک لفافہ لیے ہوئے مسکرا رہے ہیں، پھر آپ اندر تشریف لائے اور دیر تک بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ آپ کی اس شفقت اور ذرہ نوازی پر میں متعجب اور شرمندہ ہوا۔

جامعہ میں اپنے فلیٹ میں مجھے ایک کرسی کی ضرورت تھی، ایک روز آپ اپنے آفس میں تشریف فرما تھے۔میں نے قدرے بے تکلفی کے انداز میں اپنی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے آپ سے پوچھا کہ مجھے ایک کرسی کی ضرورت ہے کہاں ملے گی؟ آپ نے بھی کچھ اسی بے تکلفی سے فورا جواب دیا: بازار میں۔پھر بات ختم ہوگئی۔اسی دن عصر کی نماز کے بعد دروازے پر دستک ہوئی، دروازہ کھولتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ملازم ایک کرسی لیے ہوئے کھڑا ہے۔میرے سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ شیخ الجامعہ صاحب نے بھیجا ہے۔مجھے بے حد شرمندگی ہوئی اور آپ سے اپنی ضرورت کے اظہار پر دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا۔پھر جب آپ سے ملاقات ہوئی تو میں نے شرمندگی اور معذرت کا اظہار کیا۔آپ نے فورا فرمایا کہ ''کوئی بات نہیں! میرے پاس دو کرسیاں تھیں، ان میں سے ایک آپ کے پاس بھجوا دیا'' شفقت، ایثار اور ہمدردی کی ایسی مثالیں کہاں مل سکیں گی۔

آپ کے اخلاق کریمانہ کی حکایت بڑی طویل ہے۔چھوٹے، بڑے، رفقاء، معاصر، طلبہ، اساتذہ ہر ایک نے آپ کے الطاف وعنایات اور اخلاق وکردار کا اعتراف کیا ہے بلکہ سراہا ہے۔سطور ذیل میں اس نوعیت کے کچھ منتخب تاثرات نقل کیے جارہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب سے متعلق اہل علم کے تاثرات:

۱-مولانا عبدالسلام رحمانی (بونڈھیار):

''دکتور رضاء اللہ رحمہ اللہ کو اللہ نے حالیہ چند برسوں میں ان کے علم وفضل، تواضع وللّٰہیت اور حسن عمل وحسن خلق کے سبب شہرت ومرتبت کے بڑے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا اور وہ حدیث پوری طرح ان پر صادق آرہی تھی: "ما تواضع أحد لله إلا رفعه الله"۔

۲-ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی (مدینہ منورہ):

''مرحوم میرے ان چند شاگردوں میں سے ایک تھے جن پر مجھے ہمیشہ فخر رہا۔ ان کے اخلاق اور علمی ذوق وشوق نے مجھے بہت متاثر کیا۔''

۳-مولانا انیس الرحمٰن اعظمی عمری (مدراس):

''عزیز موصوف کتنے عہدوں پر فائز تھے اور کتنی ذمہ داریاں نبھاتے تھے۔

مسلسل سفر بھی کرتے رہتے تھے اور اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں کی وجہ سے بہت مقبول بھی تھے.... علم وجسم اور حلم وکرم کے اعتبار سے موصوف شیخ الجامعہ کے منصب کے لیے انتہائی موزوں تھے..... میرے پاس عزیز موصوف نے چند دن بمشکل تعلیم حاصل کی لیکن دسیوں سال پڑھے ہوئے شاگردوں سے زیادہ وہ میرا اور دیگر اساتذہ کا احترام کرتے تھے۔''

۴- شیخ عارف جاوید محمدی (کویت):

''قحط الرجال کے اس دور میں ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب جیسی عظیم شخصیت، جنہیں خالق کائنات نے علم وعمل، زہد وتقویٰ جیسی بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا، کا اٹھ جانا یقیناً پورے عالم اسلام کے لیے عظیم سانحہ ہے۔''

۵- ڈاکٹر عبدالعلی ازہری (لندن):

''.......میرے دل میں ان کے علم اور معرفت کی بڑی قدر تھی۔ میں ان کے تواضع اور ملنساری سے بھی متاثر تھا....۔''

۶- مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی مدنی (دہلی)؛

''آپ کا ماضی اور حال عظیم مستقبل کی پیشین گوئی کر رہے تھے جو ہر واقف کار پر منکشف اور عیاں تھے اور ہر میدان میں آپ کی سیادت وقیادت کا خواب ہر ذی علم اور باشعور انسان اور خصوصا ہر فرد جماعت دیکھ رہا تھا۔''

۷- ڈاکٹر سید محمد انس ندوی (الہ آباد):

''مرحوم کی ہر دل عزیز شخصیت تواضع، انکساری، حسن اخلاق اور شرافت وانسانیت کا پیکر تھی اور ان کے رفقائے کار علما کا ان سے تعلق انتہائی محبت واحترام کا تھا۔''

۸- ڈاکٹر عین الحق قاسمی (مبارکپور):

''راقم الحروف نے مولانا کو ہمیشہ اس طرح دیکھا تھا جس طرح ایک طالب علم اپنے استاذ ذی وقار کو دیکھتا ہے، یا جیسے ایک بچہ بلند وبالا پہاڑ کو دیکھتا ہے اور سربلندی کا حوصلہ پاتا ہے۔ مگر ان کا حال یہ تھا کہ وہ جب بھی ملتے تو کسی شجر ثمر دار کی طرح جھکے ہوئے ملتے.....''

۹- شیخ عزیر شمس (مکہ مکرمہ):

''اس قحط الرجال کے دور میں ڈاکٹر رضاء اللہ جیسے مخلص اور باصلاحیت فرد کی وفات جامعہ اور جماعت کے لیے بہت بڑا خسارہ ہے، وہ ہم ساتھیوں میں سب سے افضل، سنجیدہ، خوش اخلاق، عالم باعمل، داعی، محقق، مصنف اور صاحب طرز ادیب تھے...''

عہدے اور مناصب: شرعی اعتبار سے عہدے اور منصب کے اندر جو حساسیت ہے اس سے اہل علم وتقویٰ بخوبی واقف ہیں۔ وہ ہمیشہ اس سے اجتناب کی کوشش کرتے ہیں اور اگر حالات وظروف مجبور کر دیں تو با دل ناخواستہ اسے قبول کر کے اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے اور ہمیشہ اللہ کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔

ہمارے ممدوح اسی صنف سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک عرصے تک تو وہ اپنے آپ کو عہدوں سے بچانے میں کامیاب رہے، مگر وہ دوسال جو آپ کی زندگی کے آخری دو سال ثابت ہوئے ان میں یکے بعد دیگرے آپ کے علی الرغم آپ کو متعدد ذمہ داریاں اور مناصب سونپے گئے۔ آپ کی علمی، عملی، دعوتی، انتظامی بلکہ ہمہ جہت صلاحیتوں کا قوم وملت نے خوب اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا۔ حتی کہ بین الاقوامی پیمانے پر بھی آپ کی شخصیت اپنی شناخت بنا چکی تھی۔ لہٰذا اب آپ کے انکار اور معذرت کے باوجود آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کو ذمہ داریوں سے گھیر دیا گیا۔ پے در پے آپ کو جو ذمہ داریاں سونپی گئیں وہ اس طرح ہیں:

۱- شیخ الجامعہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس
۲- نائب امیر: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۳- صدر تنظیم برائے فضلائے جامعات سعودی عرب (ہندونیپال)
۴- رکن فقہ اکیڈمی، رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ
۵- رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ یہ تمام عہدے آپ کی زندگی کے آخری دو سالوں یا اس کے آس پاس حوالے کیے گئے تھے۔ دیگر عہدوں اور ذمہ داریوں کے لیے بھی آپ کی طرف امید بھری نگاہوں سے دیکھا جا رہا تھا، مگر خالق ارض وسماء کو کچھ اور منظور تھا۔ آپ نے آخرت کے لیے رخت سفر باندھ لیا اور ع:

بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصود ہر پروانہ تھا

سفر آخرت: ۲۹-۳۰/مارچ ۲۰۰۳ء کو ممبئی میں ایک عظیم الشان کانفرنس بعنوان ''دین رحمت کانفرنس'' منعقد ہونے والی تھی۔ جامعہ سلفیہ سے محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ اور محترم ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ اس کانفرنس میں مدعو تھے۔ ۳۰/مارچ بروز اتوار ظہر سے قبل ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب نے قضا وقدر کے موضوع پر کانفرنس کو خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعد تھوڑی دیر اسٹیج پر بیٹھے تھے کہ آپ کو پیٹ یا سینے میں تکلیف محسوس ہوئی، کانفرنس کے رضاکار آپ کو کسی قریبی اسپتال لے گئے جہاں سے تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ خبر آئی کہ ڈاکٹر صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ اس غیر متوقع خبر پر ہر شخص دم بخود رہ گیا۔ بہر حال قضا وقدر کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کیا۔ کانفرنس کے میدان ہی میں عشاء کی نماز کے بعد ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب مدنی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسرے دن صبح آپ کی نعش بذریعہ طیارہ بنارس لائی گئی، پھر بذریعہ ایمبولینس اسے مبارکپور پہنچایا گیا جہاں بعد نماز مغرب مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی (ناظم جامعہ سلفیہ، بنارس) کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور آپ آبائی قبرستان شاہ کا پنجہ میں مدفون ہوئے۔ اللهم اغفر له وارحمه۔ ☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق ناظم عمومی ومفتی عام، پینتالیس اردو، عربی اور بنگلہ کتابوں کے مصنف، بزرگ عالم دین، استاذ الاساتذہ شیخ عطاء الرحمٰن مدنی صاحب کے انتقال پر امیر جمعیت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا تعزیتی پیغام

دہلی: ۲۸ر ستمبر ۲۰۲۴ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق ناظم عمومی وسابق صدر مجلس تحقیق علمی وسابق مفتی عام وسابق استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، تقریباً ۴۵ر اردو، عربی اور بنگلہ کتابوں کے مصنف، بزرگ عالم دین، استاذ الاساتذہ شیخ عطاء الرحمٰن مدنی، معروف بہ شیخ عطاء صاحب کے انتقال پر ملال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کوملک وملت اور جماعت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ شیخ عطاء الرحمٰن مدنی کواللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ بڑے خلیق وملنسار، علم دوست، علماء کے قدرداں، مہمان نواز، اولوالعزم اور دھن کے دھنی انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معتبر عالم دین، کامیاب داعی، مخلص استاد، ممتاز صاحب قلم اور باکمال محقق بھی تھے۔آپ کی طالب علمی کی زندگی انتہائی جفاکشی، ابتلاء ومحن، گرمی جستجو اور جہد مسلسل سے عبارت اور تشنگان علوم ونبوت کیلئے مشعل راہ تھی۔

پریس ریلیز کے مطابق شیخ محمد عطاء الرحمٰن بن محمد داود حسین ستمبر ۱۹۳۳ء میں موضع گواگاچھی (مسلم ٹولہ) ضلع پورنیا (سابق حال کٹیہار) صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔مکتب کی تعلیم قریبی گاؤں ہرنرائن پور کے پرائمری اسکول اور گاؤں کے مکتب ومسجد میں حاصل کی، عربی تعلیم کی حصولیابی کے لیے مدرسہ اصلاحیہ سیماپور (کٹیہار) میں داخلہ لیا۔ پھر جامعہ مظہر العلوم مٹنہ (ضلع مالدہ) اور مدرسہ فیض عام (مئو) میں داخل ہوکر عربی تعلیم کی حصولیابی کی۔ ۱۹۵۶ء میں مکہ مکرمہ کے دارالحدیث میں داخلہ لیا۔ وہاں ایک سال تک رہے۔ پھر وہاں سے ریاض کے ایک مدرسہ المعہد العلمی میں دو سال تک اکتساب علم کیا۔اسی دوران جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی تاسیس عمل میں آئی تو وہاں داخلہ لے کر سند فراغت حاصل کی۔آپ کے اساتذہ میں مولانا ابوبکر ہارونی اور مولانا ابوبکر رحمانی (مدرسہ اصلاحیہ سیماپور)، مولانا محمد مسلم رحمانی (مٹنہ) مولانا جمال الدین رحمانی (مٹنہ) مولانا عبدالغفور بسکوہری، مولانا مصلح الدین اعظمی اور مولانا عبدالرحمٰن نحوی مئوی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد بہ حیثیت داعی اور مبلغ نائیجریا میں دس سال تک دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ پھر وہاں سے وطن لوٹ کر جماعتی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہوگئے اور مولانا عبدالوحید سلفیؒ کے دور امارت میں ناظم اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ تین سال کے بعد مارچ ۱۹۸۲ء میں بوجوہ مستعفی ہوگئے، لیکن بہ حیثیت داعی اور مبلغ دعوت وارشاد اور مجلس تحقیق علمی سے وابستہ رہے۔ مارچ ۱۹۸۲ء میں نظامت علیا سے مستعفی ہونے کے بعد مرکز ابوالکلام آزاد للتوعیہ الاسلامیہ اور معہد التعلیم الاسلامی (اوکھلا، نئی دلی) سے وابستہ ہوگئے۔ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ اور فتاویٰ کا بھی مشغلہ جاری رکھا۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے قیام کے بعد آپ نے اس میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔آپ ایک اچھے مصنف اور مؤلف بھی تھے۔ آپ کی چھوٹی بڑی تالیفات کی تعداد ۴۵ ہے جو اپنے موضوع پر بڑی اہم اور لائق مطالعہ ہیں۔جن میں ۴ کتابیں انگریزی زبان میں ہیں۔ ہندوستان کے معروف عالم دین مولانا عبدالمتین سلفی رحمہ اللہ کے قائم کردہ توحید ایجوکیشنل ٹرسٹ کشن گنج ودیگر ادارہ جات کے قیام واستحکام میں آپ کا کلیدی کردار تھا۔آپ کی گراں قدر علمی، تحقیقی، تعلیمی، تربیتی اور دعوتی واصلاحی خدمات کے اعتراف میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے تیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر آپ کو اہل حدیث ایوارڈ سے نوازا تھا۔مولانا کئی سال قبل دہلی کو خیرآباد کہہ کر آبائی وطن کشن گنج میں مستقل طور پر مقیم ہوگئے تھے۔ادھر کافی دنوں سے علیل تھے۔ایک ہفتہ قبل دہلی کے ہولی فیملی اسپتال میں ایڈمٹ تھے۔ افاقہ نہ ہونے کی صورت میں ان کو کشن گنج واپس لے جایا گیا، جہاں کل شام تقریباً ۶ بجے بعمر تقریباً ۹۱ سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔آج بعد نماز ظہر کشن گنج بہار کے حلیم چوک سے متصل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ جنازے میں ذمہ داران صوبائی، ضلعی ومقامی جمعیات اہل حدیث، مدارس وجامعات کے اساتذہ وطلباء اور عوام وخواص کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پسماندگان میں بیوہ، دو صاحب زادے مسعود عطاء وسعود عطاء، تین صاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، ملک وملت اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔☆☆

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیراثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کے زیر اہتمام

پینتیسویں ۳۵

دوروزہ عظیم الشان

دہلی چلو

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

بعنوان

احترام انسانیت اور مذاہب عالم

زیر صدارت

فضیلۃ الشیخ

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

تاریخ

10-9

نومبر 2024ء

سنیچر، اتوار

9 بجے صبح تا 10 بجے شب

مقام

رام لیلا میدان

ترکمان گیٹ، نئی دہلی

ملک وبیرون ملک سے مشاہیر علمائے کرام ومفکرین عظام کے چشم کشا، بصیرت آمیز اور ایمان افروز خطابات، تقاریر، مقالات اور نظمیں پیش ہوں گی۔ ان شاء اللہ

اہم موضوعات

- انسانی زندگی میں مذہب کی اہمیت
- احترام انسانیت کا مفہوم اور تقاضے
- مذاہب عالم میں مشترکہ اقدار کی تلاش
- انسانیت کی تعمیر وترقی میں مذاہب کا کردار
- مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
- دہشت گردی کے خاتمہ میں مذاہب کا کردار
- مذاہب عالم اور حقوق انسانی کا تحفظ
- اسلام اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی
- اسلام میں انسانی کرامت کے مظاہر
- احترام انسانیت قرآن کی روشنی میں
- رسول اللہ ﷺ اور تکریم انسانیت
- صحابہ کرام اور تکریم انسانیت
- اسلاف کرام اور تکریم انسانیت
- علمائے اہل حدیث اور تکریم انسانیت
- اسلام آزادی رائے وضمیر کا نقیب
- اسلام اور بنیادی انسانی حقوق
- اسلام اور مذہبی رواداری
- اسلام اور بین المذاہب مکالمہ
- اسلام دین وسطیت واعتدال ہے
- دہشت گردی کے خاتمے میں اسلام کا کردار
- میثاق مدینہ، پرامن تعایش باہمی کا اولین منشور
- خطبہ حجۃ الوداع۔حقوق انسانی کا اولین منشور
- اسلام اور ملکی قوانین کی پاسداری
- اسلام اور مذہبی شخصیات کا احترام
- بے حیائی کے خاتمے میں اسلام کا کردار
- انسانیت کو درپیش مسائل اور اسلامی تعلیمات
- آلودگی کے خاتمے میں اسلام کا کردار
- اسلام اور حفظان صحت
- تعلیم کے فروغ میں اسلام کا کردار
- انسانی وسائل کے فروغ میں اسلام کا کردار
- پانی کا تحفظ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں
- گداگری کے خاتمے میں اسلام کا کردار

بلاتفریق مسلک ومذہب بڑی تعداد میں دینی حمیت، اسلامی اخوت، جماعتی غیرت اور انسانی بھائی چارہ کے ساتھ جوق درجوق شریک کانفرنس ہوکر اسلام کے پیغام امن وانسانیت اور قومی یکجہتی اور بقائے باہم کو عام کریں۔

اپیل کنندگان: جملہ ذمہ داران واراکین مجلس استقبالیہ

برائے رابطہ

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

4116 اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-٦

برائے تعاون

MARKAZI JAMIAT AHLE HADEES HIND

Website: www.ahlehadees.org, Ph: 011-23273407

Email: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

ahlehadeesconf24@gmail.com

Mob. 9810793930, 9899683111

9213172981, 9818894598, 9810162108

https://www.facebook.com/MarkaziJAHHind @markazijamiatahlehadeeshind/ https://twitter.com/MarkaziJAHHind https://www.instagram.com/markazijahhind/